خاصانِ خدا
کا
خوفِ آخرت
از
ابو محمد امام الدّین
مکتبۂ تحفظِ ملّت، رام نگر، بنارس

خاصانِ خدا

کے

خوفِ آخرت

اس کتاب میں خوفِ آخرت سے متعلق حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خلفائے راشدین اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ایسے دلگداز رقت انگیز اور ایمان افروز حالات و واقعات جمع کئے گئے ہیں جو بے حس اور غافل دلوں کو چونکاتے اور جھنجھوڑتے ہیں اور ان کی سختی کو دور کر کے ان میں رقت و گداز پیدا کرتے ہیں۔

تالیف

ابو محمد امام الدین

ناشر

مکتبۂ تحفظِ ملت رام نگر بنارس

بار اول —— جون ۱۹۶۰ء —— قیمت ایک روپیہ

مصنف کی دیگر قابلِ مطالعہ اسلامی کتابیں

سیرت
فاتحِ شام
سیرت حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ
۸/

سیرت
حضرت ابوبکر صدیقؓ
مجلد مع گرد پوش
۱۲/ عا

سیرت
حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ
نہایت موثر دلگداز
عا/

سیرت
حضرت بلالؓ
درد و اثر میں ڈوبی ہوئی
۱۲/

سیرت
حضرت فاطمہ زہراؓ
نہایت موثر سوانحِ عمری
۱۲/

حضرت امام حسین شہیدؓ
بہ تردیدِ خلافت معاویہ و یزید
مجلد ۱۲/ عا

معلمِ نماز
نماز کے مسائل پر جامع کتاب
۸/

نماز کے فضائل
احادیث کا بہترین مجموعہ
۱۵/

خاصانِ خدا کی نماز
کی عبادات کا تذکرہ
۱۲/

سچے رسول کی سچی تعلیم
اخلاقی و عملی احادیث کا مجموعہ
۸/ عہ

ملنے کا پتہ
مکتبہ تحفظِ ملت
مدنپورہ بنارس

مسلمان شوہر بیوی
میاں بیوی کے متعلق اسلامی تعلیمات
۱۲/

فہرست

"خاصانِ خدا کی نماز" کے نام سے ایک کتاب شائع ہو چکی ہے، جو بحمد اللہ مقبولِ عام ہے، زیر نظر کتاب اسی سلسلے کی دوسری کڑی ہے،

انسان کے اعمال و اخلاق اس کے عقائد کے مظہر ہوتے ہیں، جس شخص کے اچھے یا برے جیسے عقائد ہوتے ہیں اس سے ویسے ہی اعمال و اخلاق کا صدور ہوتا ہے۔

صحیح انسانی زندگی کیلئے خدا، وحی و رسالت، زندگی بعد موت اور آخرت کے عقائد ہی صحیح بنیاد ہیں، ان عقیدوں کے علاوہ جو عقیدے بھی انسانی زندگی کی بنیاد ہوں گے وہ لازماً خرابی اور فساد کا باعث ہوں گے، یہ وہ حقیقت ہے جس پر پوری انسانی تاریخ شاہد ہے، اور خود موجودہ انسانیت بھی اسی پر شہادت دے رہی ہے،

ایمان کا تعلق دل سے ہوتا ہے، اسکی حقیقت اعمال و اخلاق سے ظاہر ہوتی ہے، ہر مسلمان خدا و آخرت پر ایمان رکھتا ہے لیکن کس کی ایمانی کیفیت کیسی ہے اس کا اولین مظہر نماز اور اسکی ادائگی کی کیفیت ہے، اور کس کی نماز کیسی ہے اسکی حقیقت اس سے معلوم ہوتی ہے کہ ایک شخص زندگی کے عام معاملات و مسائل میں خدا سے کتنا ڈرتا ہے اور آخرت کی بازپرس کا کتنا خوف رکھتا ہے، ایک شخص کا زندگی کے عام معاملات میں آخرت کی بازپرس کی پرواہ نہ کرنا اس کا ثبوت ہے کہ اسکے ایمان اور نماز میں نقص و ضعف ہے۔ "خاصانِ خدا کی نماز" کا مطالعہ کیجئے تو نظر آئیگا کہ خاصانِ خدا کس طرح اور کیسی نماز پڑھتے تھے، اور "خاصانِ خدا کا خوفِ آخرت" کا مطالعہ بتائیگا کہ خاصانِ خدا کے اندر خدا اور آخرت کی بازپرس کا کیسا بے پناہ خوف تھا، اسی خوفِ آخرت نے ان کے اعمال و اخلاق کو صداقت و دیانت حق و انصاف، حلم و درگذر، انسانیت و شرافت کا قابلِ تقلید نمونہ بنا دیا تھا، ہمیں چاہیئے کہ زیر نظر کتاب کا مطالعہ کرتے ہوئے خاصانِ خدا کے حالات سے اپنی حالتوں کا مقابلہ کر کے دیکھیں کہ ہم ایمان باللہ اور ایمان بالآخرت کی کس سطح پر ہیں، اور آخرت کی فکر کریں، یہی اس کتاب کا مقصد ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اصلاحِ حال کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین!

عاصی

۱۴ ذوقعدہ ۱۳۸۳ھ - رام نگر بنارس }

ابو محمد امام الدین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ سیدنا محمد و علیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین ط

مقدمہ

عقیدۂ آخرت

اسلام کے تین بنیادی عقائد ہیں، عقیدۂ خدا، عقیدۂ رسالت، اور عقیدۂ آخرت! باقی عقیدے انھیں تینوں عقیدوں کی شاخیں ہیں،

انسانی زندگی میں سب سے زیادہ اہمیت عقائد کو حاصل ہے، انسان کے جیسے عقائد ہوتے ہیں اس سے ویسے ہی اعمال و اخلاق صادر ہوتے ہیں، یہ ناممکن ہے کہ انسان کے عقیدے کچھ ہوں اور اس سے اعمال و اخلاق کچھ صادر ہوں، اگر ایک شخص کی زندگی اس کے عقائد کا آئینہ نہیں تو وہ یا تو اپنے عقائد کے اظہار و اقرار میں جھوٹا ہے، یا اسے اپنے عقائد کا صحیح اذعان و شعور نہیں ہے، ان عقائد سے اس کا تعلق رسمی اور برائے نام ہے،

عقیدۂ آخرت کی حقیقت کیا ہے؟ ——— اس بات پر پختہ یقین کہ عالم ایک ہی نہیں دو ہیں۔ ایک عالم یہ دنیا ہے اور دوسرا عالم اس کے بعد وجود میں آئے گا، اور یہ کائنات ہمیشہ نہ رہے گی، ایک روز فنا ہو جائے گی، اور اس کے بعد ایک دوسرے

وہ آخرت پر ایمان رکھنے کا دعویٰ تو کرتے ہیں مگر ان کی زندگیاں ان کے اس دعویٰ کی تصدیق
نہیں کرتیں، بعض خاص اسلامی اعمال و رسوم کو چھوڑ کر عام اخلاق و اعمال میں مسلمانوں
کا حال بھی وہی ہے جو منکرِ آخرت قوموں کے افراد کا ہے، یہی وجہ ہے کہ جن عملی اور
اخلاقی محاسن و اوصاف کی بنا پر امتِ مسلمہ کو "امتِ وسط" اور "خیر امت" کا امتیاز
و شرف عطا ہوا تھا، اس سے یہ امت بڑی حد تک محروم ہو چکی ہے، اور یہی وجہ ہے
مسلمانوں کی ذلت و خواری کی۔ جب مسلمان اللہ و رسولؐ کی نافرمانی اور اپنی بداعمالی و بد
اخلاقی کی وجہ سے اپنی دنیا برباد کر رہے ہوں تو ان کو آخرت کی فلاح و سعادت کیسے
حاصل ہو سکتی ہے؟ یہ اور بات ہے کہ کسی پر اللہ تعالیٰ کی نظرِ رحمت ہو جائے۔ اور اس
کی ہم سب کو آرزو کرنی چاہیئے۔ لیکن اس کا یہ طریقہ نہیں ہے۔ کہ ہمارے دل خوفِ
خدا اور خوفِ آخرت سے خالی ہوں، ہم پوری بے باکی اور جسارت کے ساتھ خدا و رسولؐ
کی نافرمانی کرتے رہیں اور ساتھ ہی یہ امید و آرزو بھی رکھیں کہ خدا ہمیں آخرت میں اپنی رحمتوں
سے نوازے گا، اور جنت کی وراثت عطا کر دے گا، ہم اللہ کی رحمتوں اور بخشائشوں کے سزاوار
ہونے کی توقع تو اسی صورت میں کر سکتے ہیں، جب ہمارے دلوں میں آخرت کا اندیشہ اور
خدا کا خوف موجود ہو، ہم خدا کی بازپرس اور اس کے مواخذہ سے ڈرتے رہیں، اور
اپنی آخرت کے بنانے کی سعی و کوشش کرتے رہیں، چاہے ہمیں دنیا کی کامیابی و
خوشحالی اور اس کی راحت و آسائش سے محروم ہی کیوں نہ رہنا پڑے،

انسانی زندگی کے دو راستے

عقیدۂ آخرت کا انسانی زندگی سے بڑا گہرا تعلق ہے
آخرت کا اقرار ہو یا انکار دونوں اپنے اپنے خاص
اثرات و محرکات رکھتے ہیں، اور انسان کو زندگی کے دو مختلف اور متضاد راستوں پر ڈال

دیتے ہیں یہاں تک کہ ان دونوں منزلوں کے مسافر راستے کے کسی موڑ اور کسی مرحلے پر ایک دوسرے سے ملتے نہیں،

منکرینِ آخرت کی منزلِ مقصود صرف دنیا ہوتی ہے، اس لئے اُن کے کاروان کا سفر دنیا سے شروع ہوتا ہے اور دنیا ہی پر ختم ہوجاتا ہے، وہ جو فکر و کاوش، جو سعی و جہد اور جو دوڑ دھوپ بھی کرتے ہیں صرف دنیا کیلئے کرتے ہیں، وہ حصولِ دنیا کی راہ میں حق و ناحق، حرام و حلال، جائز و ناجائز، انصاف و ناانصافی اور دیانت و بددیانتی میں کوئی فرق و امتیاز نہیں کرتے، ان کے نزدیک ہر وہ طریقہ، ہر وہ نہج، اور ہر وہ عمل جس سے ان کا کوئی مقصد حاصل ہوتا ہو حق و صواب ہوتا ہے چاہے وہ اخلاق و انسانیت اور انصاف و دیانت کی نظروں میں کتنا ہی مذموم و ذلیل ہو، اور ہر وہ اصول و ضابطہ اور اخلاق و عمل غلط اور ناقابلِ قبول ہوتا ہے جو ان کی کسی غرض و مصلحت کے منافی ہو چاہے وہ کتنا ہی بلند اور پاکیزہ اور انسانیت آفریں ہو، اگر وہ کسی وقت کسی غلط اصول اور ناجائز عمل سے پرہیز بھی کرتے ہیں تو اس کا سبب یہ نہیں ہوتا کہ ان کا اخلاقی احساس اور حق پسندانہ جذبہ انھیں ایسا کرنے پر آمادہ کرتا ہے بلکہ اس کی وجہ بھی ان کی کوئی مصلحت اور غرض ہی ہوتی ہے،

جب کسی ملک اور قوم میں منکرینِ آخرت کی کثرت ہوجاتی ہے تو اس میں سچی انسانیت و شرافت، انصاف و حق پسندی اور ایسی ہی دوسری اعلیٰ انسانی قدریں معدوم ہوجاتی ہیں اور تہذیب و شرافت کی جگہ وحشت و بربریت پھیل جاتی ہے، اور جب دنیا کی اکثریت آخرت کی منکر ہوجاتی ہے تو ساری دنیا ظلم و فساد سے بھر جاتی ہے، ملکوں کے لیڈر، پارٹیوں کے قائد، حکومتوں کے سربراہ کار سب کے سب دنیا کے پرستار، نفس کے بندے اور

مصلحت کے غلام بن جاتے ہیں، ملکوں کے ملکوں سے تصادم، قوموں کی قوموں سے جنگ اور پارٹیوں سے پارٹیوں کی کشمکش میں حق و انصاف کا کوئی دخل نہیں ہوتا، ان کے ہر تصادم ان کی ہر جنگ اور ہر کشمکش کی تہہ میں اغراض پسندی اور مفاد پرستی کارفرما ہوتی ہے ایسی دنیا میں حق و انصاف کس مپرس ہو جاتے ہیں اور انسانیت و شرافت مظلوم ہو جاتی ہیں اور حیوانیت و درندگی کا دور دورہ عام ہو جاتا ہے،

منکرینِ آخرت کے برعکس معتقدینِ آخرت کی زندگی کا نہج اور نقشہ بالکل دوسرا ہوتا ہے کیونکہ ان کی آخری منزل دنیا نہیں آخرت ہوتی ہے، وہ اپنی زندگی کے تمام معاملات میں جو کچھ کرتے ہیں دنیا کو موخر اور آخرت کو مقدم رکھ کر کرتے ہیں، وہ دنیا کے بڑے سے بڑے مفاد کا نقصان گوارا کر لیتے ہیں اگر اس مفاد کے حاصل کرنے میں آخرت کی فلاح ہاتھ سے جاتی ہو اور وہ دنیا کا بڑے سے بڑا نقصان برداشت کر لیتے ہیں اگر اس سے آخرت کا فائدہ متصور ہو، وہ کسی کے ساتھ ظلم نہیں کرتے، کسی کا حق نہیں مارتے، کسی کے ساتھ ناانصافی روا نہیں رکھتے، کسی کے ساتھ بدعہدی اور بدمعاملگی جائز نہیں سمجھتے، ہر معاملے میں حق و صداقت اخلاق و دیانت اور عدل و انصاف سے کام لیتے ہیں، کیونکہ ان کو یقین ہوتا ہے کہ ایک ایک عمل کا آخرت میں خدا کے روبرو جواب دہ ہونا پڑے گا،

جب کسی قوم اور ملک میں آخرت کے معتقدین کی کثرت ہو جاتی ہے اور اس میں عقیدہ آخرت عملاً کارفرما ہو جاتا ہے تو وہ قوم انسانیت و شرافت اور حق و انصاف کا نمونہ بن جاتی ہے اور جب دنیا میں ایسے لوگوں کی اکثریت ہو جاتی ہے تو دنیا امن و امان، اخلاق و انسانیت اور حق و انصاف سے بھر جاتی ہے، امن و سکون کا گہوارہ بن جاتی ہے، ایسے زمانے میں ملکوں کے قائد، قوموں کے رہنما، پارٹیوں کے لیڈر، اور حکومتوں کے کارفرما سب حق پرست، خداترس

امن وسلامتی کے داعی اور عدل وانصاف کے علمبردار ہوتے ہیں،

احوالِ آخرت قرآن مجید میں

اسلام نے عقیدۂ آخرت کو بڑے اہتمام اور بڑی شدومد کے ساتھ پیش کیا ہے، اسلام کے نزدیک وہ مسلمان ہی نہیں ہے جو آخرت پر یقین نہ رکھتا ہو قرآن مجید کا ایک صفحہ بھی ایسا نہ ملے گا جس میں صراحۃً یا اشارۃً آخرت کا ذکر موجود نہ ہو، حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی تعلیم و تلقین میں عقیدۂ آخرت پر انتہائی حد تک زور دیا ہے،

سورۂ فاتحہ قرآن مجید کا مقدمہ اور اس کا ماحصل ہے، اس میں ارشاد ہے:-

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝

ہر طرح کی تعریف وستائش اللہ ہی کیلئے ہے، جو تمام جہان کا رب بڑا مہربان نہایت رحم والا اور روزِ جزا کا حاکم ہے،

بقرہ قرآن مجید کی دوسری سورہ ہے، اس میں فرمایا گیا ہے:-

الٓمّٓ ۔ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (پ بقرہ)

اس کتاب کے کلام ربانی ہونے میں کسی قسم کے شک کی کوئی گنجائش نہیں ہے، یہ کتاب خدا سے ڈرنے والوں کو زندگی کی سیدھی راہ دکھاتی ہے (اور خدا سے ڈرنے والے وہ ہیں) جو غیب کی باتوں پر ایمان رکھتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور ہم نے ان کو جو کچھ دیا ہے اس میں سے نیکی کے کاموں میں اخرچ کرتے ہیں، اور (اے پیغمبر!) جو اس تعلیم پر ایمان لاتے ہیں جو تم پر نازل ہوئی ہے اور اس پر بھی جو تم سے پہلے نازل ہو چکی ہے اور وہ آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں،

یہی لوگ اپنے رب کی طرف سے آئی ہوئی ہدایت پر ہیں اور وہی فلاح پانے والے ہیں،

دیکھئے، تمام بنیادی عقائد و اعمال پر عقیدۂ آخرت کی مہر لگی ہوئی ہے، اس سے ظاہر ہے کہ زندگی کی سیدھی راہ پر چل کر کامیابی حاصل کرنے کیلئے ضروری ہے کہ انسان کا آخرت پر سچا ایمان ہو۔ قرآن مجید کی کتنی ہی سورتیں ہیں جو قیامت اور آخرت کے بیان سے شروع ہوتی ہیں اور کتنی ہی سورتوں کا خاتمہ قیامت و آخرت کے بیان پر ہوتا ہے، سورۂ حاقہ، سورۂ معارج، سورہ المرسلات، سورۂ قیامت، سورۂ نبا، سورۂ نازعات، سورۂ انفطار، سورۂ زلزال سورۂ قارعہ کاملاً قیامت اور آخرت کے بیان میں ہیں، اور ان تمام سورتوں میں بیان و خبر کا وہ زور ہے کہ قیامت اور بعد میں پیش آنے والے احوال و کوائف کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے۔ قرآن مجید کی ان سورتوں کا بغور اور بار بار مطالعہ کرنا چاہیئے اور ان کا ترجمہ اور تفسیر دیکھنا چاہیئے تاکہ آخرت کا یقین زندہ اور پائندہ رہے، قرآن مجید کے کچھ مقامات یہاں دیکھئے:۔

اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ لَیْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا

(الواقعہ پ ۲۶)

جب واقع ہونے والی چیز (یعنی قیامت) واقع ہو جائے گی، اس کا واقع ہونا کچھ جھوٹ نہیں ہے۔ وہ ہر چیز کو زیر و زبر کر دے گی، (یہ اس وقت ہوگا) جب زمین شدید بھونچال سے لرزنے لگے گی، اور پہاڑ ٹوٹ ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے اور پھر غبار بن کر اڑنے لگیں گے،

جابجا اس روز کی ہولناکی کا نقشہ پیش کیا گیا ہے۔

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ۝

جب سورج لپیٹ لیا جائے گا اور جب ستارے بے نور ہو جائیں گے، اور جب پہاڑ چلا دیئے جائیں گے،

(تکویر)

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ وَاِذَا الْكَوَاكِبُ

جب آسمان پھٹ جائے گا، اور جب ستارے جھڑ

انتثرت وإذا البحار فجرت وإذا القبور بعثرت علمت نفس ما قدمت وأخرت ۝

پڑیں گے اور جب تمام دریا (ایک دوسرے سے مل کر) بہہ نکلیں گے، اور جب قبریں اکھاڑ دی جائیں گی (اس وقت) ہر شخص جان لے گا کہ اس نے آگے کیا بھیجا تھا پیچھے کیا چھوڑا تھا؟

(الانفطار ـ عم)

معاذاللہ! آسمان کا پھٹ جانا، تاروں کا جھڑ پڑنا، دریاؤں اور سمندروں کا ایک ہو جانا۔! کیا عالم ہوگا اس دن جب انسان کو قبر (وں) سے باہر نکالا جائے گا؟

إذا زلزلت الأرض زلزالها وأخرجت الأرض أثقالها وقال الإنسان ما لها ـ يومئذ تحدث أخبارها ـ بأن ربك أوحى لها يومئذ يصدر الناس أشتاتا ليروا أعمالهم فمن يعمل مثقال ذرة خيرا يره ومن يعمل مثقال ذرة شرا يره ۝

جب زمین اپنے بھونچال سے ہلا دی جائے گی، اور زمین اپنے اندر کے بوجھ باہر نکال پھینکے گی، (اس حالت کو دیکھ کر) آدمی کہے گا کہ اسے کیا ہو گیا، اس روز زمین اپنی تمام خبریں بیان کر دے گی؛ (کہ اس کی پشت پر کس نے کیا کیا) اس لئے کہ تمہارے پروردگار نے اس کو یہی حکم دیا ہوگا، اس روز لوگ گروہ گروہ ہو کر آئیں گے تاکہ ان کو ان کے اعمال دکھائے جائیں، لہٰذا جس نے رائی کے برابر نیکی کی ہوگی وہ اسکو دیکھ لے گا اور جس نے رائی کے برابر بدی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا

(الزلزال ـ پ۳۰)

القارعة ما القارعة وما أدراك ما القارعة ۝ يوم يكون الناس كالفراش المبثوث وتكون الجبال كالعهن المنفوش ۝

(القارعة)

کھڑکھڑانے والی! ـ کیا ہے وہ کھڑکھڑانے والی؟ اور تم کو کیا معلوم کہ کیا ہے وہ کھڑکھڑانے والی؟ اس دن آدمی (پریشان حالی سے) پراگندہ پتنگوں کے جیسے ہو جائیں گے اور پہاڑ دھنکی ہوئی اون کی طرح،

إنهم يرونه بعيدا ونراه قريبا
يوم تكون السماء كالمهل وتكون
الجبال كالعهن ولا يسأل حميم
حميما يبصرونهم يود المجرم لو يفتدي
من عذاب يومئذ ببنيه وصاحبته
وأخيه وفصيلته التي تؤويه ومن
في الأرض جميعا ثم ينجيه
(سورہ معارج)

لوگ (قیامت کو) دور دیکھ رہے ہیں اور ہم اسے قریب
دیکھ رہے ہیں، یہ وہ دن ہوگا جب آسمان پگھلے ہوئے
تانبے کے مثل ہو جائے گا اور پہاڑ دھنی ہوئی اون کے
جیسے ہو جائیں گے، کوئی دوست اپنے دوسرے دوست
کا حال نہ پوچھے گا حالانکہ ایک دوسرے کو دیکھتے ہوں گے
گنہگار آدمی چاہے گا کہ کاش وہ اس دن کے عذاب سے
چھٹکارا پانے کیلئے اپنے بیٹے کو فدیہ میں دیدے اپنی
بیوی کو فدیہ میں دیدے اپنے بھائی کو فدیہ میں دیدے اور
اور اپنے خاندان کو بھی فدیہ میں دیدے جو اس کیلئے
گہوارۂ سکون تھا، حتیٰ کہ سارے زمین کے تمام لوگوں کو فدیہ میں دیکر عذاب سے نجات پا جائے،

فإذا جاءت الصاخة يوم
يفر المرء من أخيه وأمه وأبيه
وصاحبته وبنيه لكل امرئ
منهم يومئذ شأن يغنيه (عبس)

پھر جب وہ سخت آواز آئے گی اس دن آدمی
بھاگے گا اپنے بھائی سے اور اپنے ماں باپ سے اور
اپنی بیوی اور بیٹے سے، اس روز ہر ایک کو اپنی
اپنی پڑی ہوگی،

ونفخ في الصور فإذا هم
من الأجداث إلى ربهم ينسلون
قالوا يا ويلنا من بعثنا من مرقدنا
هذا ما وعد الرحمن وصدق
المرسلون ٥ (سورہ یٰس)

اور (جس وقت) صور پھونکا جائے گا تو یکایک سب
لوگ قبروں سے نکل نکل کر اپنے رب کی طرف دوڑ
پڑیں گے، کہیں گے - ہائے ہماری بدبختی! ہمیں کس نے
ہماری خوابگاہوں سے اٹھا دیا، یہ تو وہی قیامت
کا دن ہے جسکا خدائے رحمٰن نے ہم سے وعدہ کیا تھا اور رسولوں نے

(اس دن کے متعلق) بالکل سچ خبر دی تھی،

دوزخ کی ہولناکی کا کیا عالم ہوگا؟ ایک مقام پر اس کا بیان ان لفظوں میں کیا گیا ہے،

اِنْطَلِقُوْا اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۝ اِنْطَلِقُوْا اِلٰى ظِلٍّ ذِیْ ثَلٰثِ شُعَبٍ ۝ لَّا ظَلِیْلٍ وَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ اللَّهَبِ ۝ اِنَّهَا تَرْمِیْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ۝ كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ۝ وَیْلٌ یَّوْمَىٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ۝

(مرسلات)

چلو اس کی طرف جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے، چلو تین طرف پھوٹنے والے سایہ میں جس میں نہ چھاؤں ہے اور نہ وہ آگ کی لپٹوں سے بچاؤ کرتا ہے، اس میں سے ایسی چنگاریاں اڑتی ہیں جیسے گنبد، زرد اونٹوں کی مانند، اس دن جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہے،

قرآن مجید میں آخرت اور دوزخ و جنت کے احوال بے شمار مقامات پر مختلف پیرایوں میں بیان کئے گئے ہیں، ان تمام مقامات کو یہاں درج کرنا ممکن نہیں ہے، اب آخر میں سورۂ زمر کا ایک جامع اور مفصل مقام کو پیش کر کے اس بیان کو ختم کیا جا رہا ہے،

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِیْعًا قَبْضَتُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌ بِیَمِیْنِهٖ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ۝ وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ ثُمَّ نُفِخَ فِیْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِیَامٌ یَّنْظُرُوْنَ ۝ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا

لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی عظمت و بزرگی کا کماحقہ اندازہ نہیں کیا، اسکی شان تو یہ ہے کہ قیامت کے دن پوری زمین اس کی مٹھی میں ہوگی اور آسمان بھی لپٹے ہوئے اس کے داہنے ہاتھ میں ہونگے، پاک اور برتر ہے اللہ تعالیٰ ان چیزوں سے جنھیں یہ مشرکین اس کا شریک گردانتے ہیں اور صور میں پھونک ماری جائیگی تو آسمان اور زمین میں رہنے والے تمام لوگ بے ہوش ہو جائیں گے، بجز ان کے جسے خدا چاہے، پھر صور میں دوسری پھونک ماری جائیگی تو

وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ
وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ
وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝ وَوُفِّيَتْ كُلُّ
نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ
وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا
حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَ
قَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ
مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ وَ
يُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا قَالُوْا
بَلٰى وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى
الْكٰفِرِيْنَ ۝ قِيْلَ ادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ
خٰلِدِيْنَ فِيْهَا فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ

(الزمر)

یکایک تمام لوگ اٹھ کر اِدھر اُدھر تکتے ہوں گے، اور
زمین اپنے رب کے نور سے جگمگا اٹھے گی، اور اعمال کا صحیفہ
سب کے روبرو رکھا جائے گا، اور پیغمبروں اور شہداء کو بلایا
جائے گا اور لوگوں میں حق کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا،
اور ان کی ذرا بھی حق تلفی نہیں کیجائے گی، اور ہر شخص کو
اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے دیا جائے گا، اور اللہ
لوگوں کے افعال سے خوب واقف ہے، اور کافر لوگ جہنم
کی طرف گروہ کے گروہ ہنکائے جائیں گے، یہاں تک کہ
جب وہ جہنم کے پاس پہنچیں گے اور اسکے دروازے کھولے جائینگے تو
نگہبان فرشتے پوچھیں گے۔ کیا تمہارے پاس تمہیں میں سے رسول
نہیں آئے تھے جو تمہیں تمہارے رب کی آیتیں پڑھ کر سناتے
اور تمہیں آج کے دن کی ملاقات سے ڈراتے، وہ جواب
دیں گے، آئے کیوں نہیں تھے، لیکن کافروں کے اوپر عذاب
کی بات ثابت ہو چکی تھی، اس پر انھیں حکم دیا جائے گا کہ جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ۔ اور اب ہمیشہ
اسی میں رہو۔ سو کیا ہی برا ٹھکانہ ہے گھمنڈ کرنے والوں کا۔

احادیث میں بیانِ آخرت

جو چیزیں امت کیلئے غیب ہوتی ہیں وہ خدا کے رسولوں کے
لئے شہود کا درجہ رکھتی ہیں۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى
الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ

اور خدا تم کو غیب کی باتوں پر مطلع نہیں کرتا، البتہ
وہ اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس کیلئے

مَنْ یَّشَآءُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَکُمْ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ۝ (پ۴ آلِ عمران)

چن لیتا ہے، پس تم خدا اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ، اور اگر تم ایمان لاؤ اور تقویٰ اختیار کرو تو تمہارے لئے (اس کا) بہت بڑا اجر ہے،

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت، حشر ونشر، حساب وکتاب اور جنت ودوزخ کی جو خبریں دی ہیں وہ حضورؐ کے نزدیک اتنی ہی یقینی تھیں جتنی یقینی آنکھوں دیکھی چیزیں ہوتی ہیں، معراج میں ایسی کتنی ہی چیزیں حضورؐ کو مشاہدہ کرائی گئیں یہی وجہ ہے کہ حضورؐ نے اس اعتماد ویقین کے ساتھ ان امور ومعاملات کی خبریں دیں کہ وہ صحابۂ کرامؓ کے دل ودماغ میں پیوست ہوگئیں، اور صحابۂ کرام کو بھی ان پر ایسا ہی یقین تھا، گویا ان کی بھی وہ چیزیں آنکھوں دیکھی ہوں، اس کا ثبوت ہمیں صحابۂ کرامؓ کی زندگی سے ملتا ہے، حضورؐ اس ایمان ویقین کو صحابۂ کرامؓ کے دلوں میں پیہم مستحکم اور جاگزیں فرمانے کی کوشش بھی کرتے رہتے تھے،

حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ جلیل القدر مہاجر صحابی تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بہت محبت کرتے تھے، مہاجرین میں سب سے پہلے ان کا انتقال ہوا، حضورؐ نے ان کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ فرطِ غم سے حضورؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے، وہاں ایک خاتون بھی موجود تھیں، حضورؐ کی اس شفقت ومرحمت کو دیکھ کر بولیں۔ ابن مظعون! تمہاری عاقبت بخیر ہے، اور تم جنتی ہو، اس پر حضورؐ نے ازراہِ انتباہ فرمایا۔ (تم نے اس جزم ویقین کے ساتھ ابنِ مظعون کی خیرِ آخرت کی بات کیسے کہہ دی؟)

وَاللّٰہِ لَآ اَدْرِیْ وَاللّٰہِ لَآ اَدْرِیْ وَاَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا

خدا کی قسم مجھے نہیں معلوم، بخدا میں نہیں جانتا کہ میرے اور تمہارے معاملے میں (آخرت

بکم (بخاری) کے روز) کیا کیا جائے گا حالانکہ میں خدا کا رسول ہوں،

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قیامت کے روز کیا مقام و مرتبہ ہوگا، یہ جزم ویقین کے ساتھ قرآن مجید کے علاوہ بکثرت احادیث سے معلوم ہے، بلا شبہ یہ تعلیم امت کیلئے تھی، پھر جب حضرت عثمان بن مظعون رض جیسے بزرگ صحابی کے معاملے میں صحابہ رض کو یہ تنبیہ فرمائی گئی تو ہم اور آپ کس شمار میں ہیں، ہمیں یہ بات ہر وقت اور ہر حال میں اپنے سامنے رکھنی چاہئے

ایک بار صحرا نشیں عربوں کا مسجدِ نبوی میں اتنا ہجوم ہوا کہ حضور پسینے سے تر ہو گئے، مہاجرین نے اٹھ کر لوگوں کو کنارے کیا، حضور مسجد سے نکل کر حضرت عائشہ رض کے حجرے میں چلے گئے بہ تقاضائے بشریت زبانِ مبارک سے بد دعا نکل گئی، اس کا حضور پر اتنا اثر ہوا کہ قبلہ رخ بیٹھ گئے، اور ہاتھ اٹھا کر دعا کی، "خدایا! میں ایک انسان ہوں، اگر تیرے کسی بندے کو مجھ سے تکلیف پہنچے تو مجھے سزا نہ دیجیو" (سیرت النبی جلد ۲ بحوالہ مسند احمد)

اللہ اکبر! آخرت کا معاملہ بھی کتنا سخت ہے، اور کیوں نہ ہو؟ عدالت و انصاف کا معاملہ تو دنیا میں بھی سخت ہوتا ہے اور آخرت میں تو براہِ راست کائنات کا رب اور حاکم ذوالجلال والاکرام تختِ عدالت پر متمکن ہوگا اور ذرے ذرے اور قطرے قطرے کا حساب لے گا۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایکبار حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی۔ حضور! آپ تو بوڑھے ہو گئے حضور نے فرمایا۔

شَيَّبَتْنِي هُودٌ وَالْوَاقِعَةُ وَالْمُرْسَلَاتُ وَعَمَّ يَتَسَاءَلُونَ وَإِذَا

مجھ کو سورۂ ہود، سورۂ واقعہ، سورۂ مرسلات سورۂ عم یتساءلون اور سورۂ اذا الشمس کورت

اَلشَّمْسُ کُوِّرَتْ (مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی) نے بوڑھا کر دیا۔

اللہ تعالیٰ کی جلالتِ شان کی اللہ کے سب سے برگزیدہ رسولؐ کو جو معرفت حاصل تھی اس کا کچھ اندازہ حضورؐ کی اس حدیث سے ہو سکتا ہے۔ ہم غافل لوگ بھی تو ان سورتوں کی تلاوت کرتے ہیں۔ ہمارے بدبخت دلوں پر ان کا کیا اثر ہوتا ہے، کاش کبھی تو ہم اس حدیث کی روشنی میں ان سورتوں کا مطالعہ کریں!

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میں نے حضورؐ کو بعض نمازوں میں یہ دعا مانگتے سنا ہے۔

اَللّٰهُمَّ حَاسِبْنِیْ حِسَابًا یَّسِیْرًا اے اللہ! مجھ سے آسان حساب لیجئو!

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ میں نے حضورؐ سے پوچھا۔ اے اللہ کے رسول! آسان حساب کی صورت کیا ہوگی؟ —— حضورؐ نے جواب دیا۔

اَنْ یَّنْظُرَ فِیْ کِتَابِهٖ فَیَتَجَاوَزَ عَنْهُ اِنَّهٗ مَنْ نُوْقِشَ الْحِسَابَ یَوْمَئِذٍ یَا عَائِشَةُ هَلَكَ (مشکوٰۃ بروایت احمد)

خدا ایک شخص کے اعمالنامے کو دیکھے گا اور اس سے صرف نظر فرمالے گا (تو یہ آسان حساب ہوگا) اور جس شخص کے بارے میں اس روز پوچھ گچھ کی گئی تو اے عائشہ! وہ ہلاک ہوا۔

ہم کو اپنی آخرت کی فکر نہیں، مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت کی آخرت کی بڑی فکر تھی، ایکبار حضورؐ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا پڑھی۔

رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ کَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ وَمَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ

پروردگار! ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا، سو جس شخص نے میری پیروی کی وہ تو میری جماعت میں سے ہے، اور جس نے

ترجمہ: میری نافرمانی کی (سو ان کا معاملہ تیرے ہاتھ ہے) تو بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے۔

اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہ دعا پڑھی۔ جو انھوں نے اپنی قوم کے حق میں کی تھی

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۝

(خدایا!) اگر تو ان کو عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے تو تو غالب و دانا ہے۔

یہ آیتیں پڑھتے ہوئے آپ کو بے ساختہ اپنی امت کی یاد آگئی، آپ دونوں ہاتھ اٹھا کر "اُمَّتِیْ۔ اُمَّتِیْ" کہتے جاتے تھے، اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ (سیرت النبی جلد دوم)

ایکبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قبیلہ اور خاندان کے لوگوں کو مخاطب کرکے فرمایا

يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ اِشْتَرُوْا اَنْفُسَكُمْ لَا اُغْنِىْ عَنْكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا يَا بَنِىْ عَبْدِ مَنَافٍ لَا اُغْنِىْ عَنْكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا يَا عَبَّاسَ ابْنَ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ لَا اُغْنِىْ عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا يَا صَفِيَّةُ عَمَّةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ لَا اُغْنِىْ عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا يَا فَاطِمَةُ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَلِيْنِىْ مَا شِئْتِ مِنْ مَالِىْ لَا اُغْنِىْ عَنْكِ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا۔ (مشکوٰۃ)

اے قبیلہ قریش! اپنی جانوں کو خرید لو یعنی اپنے کو خدا کی گرفت اور دوزخ سے بچاؤ) میں خدا کے سامنے تمہارے کچھ کام نہیں آسکتا، اے بنی عبد مناف! میں خدا کے سامنے تمہارے کچھ کام نہیں آسکتا، اے عباس بن عبد المطلب! میں خدا کے سامنے تمہارے کچھ کام نہیں آسکتا، اے رسول خدا کی پھوپھی صفیہ! میں خدا کے سامنے تمہارے کچھ کام نہیں آسکتا، اے محمدؐ کی بیٹی فاطمہؓ! تم میرے مال میں سے جو چاہو مانگ لو (مگر) میں خدا کے سامنے تمہارے کچھ کام نہیں آسکتا۔

حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت ہے کہ جب دو ثلث رات گذر جاتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھتے اور فرماتے

يَا اَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوا اللّٰهَ، اُذْكُرُوا اللّٰهَ۔ اُذْكُرُوا اللّٰهَ۔ جَاءَتِ الرَّاجِفَةُ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ۔ جَاءَ الْمَوْتُ بِمَا فِيْهِ۔ جَاءَ الْمَوْتُ بِمَا فِيْهِ (ترمذی)

لوگو! اللہ کو یاد کرو، اللہ کو یاد کرو، اللہ کو یاد کرو خبردار! راجفہ (کپکپانے والی یعنی قیامت) آپہونچی، اس کے پیچھے رادفہ (صور کی دوسری پھونک بھی آگئی، موت اپنے سروسامان کے ساتھ آپہونچی، موت اپنے سروسامان کے ساتھ آپہنچی،

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "جو کچھ میں نے دیکھا ہے وہ تم نے نہیں دیکھا، اور جو کچھ میں نے سنا ہے وہ تم نے نہیں سنا، ـــــ آسمان نے نالہ کیا، اور اسے نالہ کرنا ہی سزاوار ہے، اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ چار انگل جگہ بھی آسمان میں ایسی نہیں جہاں فرشتوں نے پیشانی نہ رکھی ہو اور خدا کو سجدہ نہ کیا ہو، خدا کی قسم! جو کچھ میں جانتا ہوں اگر وہ تم جان لو تو تم ہنسو کم اور روؤ زیادہ، اور تمہیں اپنی بیویوں کے ساتھ بستروں پر سونے میں لطف نہ آئے، اور تم خدا کے حضور نالہ و فریاد کرتے ہوئے صحرا کی طرف نکل جاؤ۔"

حضرت ابوذرؓ اس حدیث کو روایت کرتے ہوئے بڑی حسرت سے فرماتے ہیں۔ "کاش! میں درخت ہوتا اور وہ کاٹ دیا جاتا۔ (مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں، کہ حضرت ابوذرؓ کے فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ میں ایک کٹا ہوا درخت ہوتا کہ قیامت کے روز گناہوں سے آلودہ نہ اٹھایا جاتا، دوسرے صحابہ کرامؓ بھی اسی طرح حسرت و آرزو کا اظہار کیا کرتے ایک بزرگ نے فرمایا۔ کاش! میں بھیڑ ہوتا جسے حلال کر کے لوگ کھا جاتے، ایک اور صحابیؓ نے فرمایا۔ کاش! میں پرند ہوتا کہ وہ جس جگہ چاہتا ہے بیٹھتا ہے اور جہاں چاہتا ہے

اڑجاتا ہے، اس پر کوئی شرعی ذمہ داری نہیں ہوتی"، اور یہ ان صحابہ کرامؓ کا حال ہے جن کو حضرت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جنت کی بشارت مل چکی تھی، پھر دوسروں کا کیا ذکر۔

(اشعۃ اللمعات)

ہم غافلوں کے نزدیک قیامت بہت دور ہے، مگر حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
اس طرح صحابہ کرامؓ کو اس سے خبردار کیا کرتے تھے، اور صحابہ کرامؓ کے یقین کا یہ حال تھا کہ
عہد رسالت میں ہوا بھی تیز ہو جاتی تو صحابہؓ قیامت کے خوف سے مسجد کی طرف بھاگتے (صحابہؓ)
حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوران سفر کا واقعہ ہے صحابہؓ حضورؐ سے دور ہو گئے تھے،
حضورؐ نے بلند آواز سے یہ دو آیتیں تلاوت فرمائیں۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى النَّاسَ سُكَارَىٰ وَمَا هُم بِسُكَارَىٰ وَلَٰكِنَّ عَذَابَ اللَّهِ شَدِيدٌ

لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو۔ بیشک قیامت کا زلزلہ ایک بڑا حادثہ ہوگا، جس روز تم اس حادثے کو دیکھو گے (اس کی ہیبت سے) دودھ پلانے والی عورتیں اپنے بچوں کو بھول جائیں گی اور حاملہ عورتیں اپنے حمل ڈال دیں گی اور لوگ تجھ کو مدہوش نظر آئیں گے حالانکہ وہ مدہوش نہ ہوں گے، بلکہ اللہ کا عذاب ہی ایسا شدید ہوگا، (جس سے ان کا یہ حال ہوگا)

صحابہؓ سواریوں کو تیز دوڑا کر حضورؐ کے پاس پہونچ گئے، حضورؐ نے پوچھا۔ تم جانتے ہو یہ کون سا
دن ہے؟ لوگوں نے عرض کیا۔ اللہ و رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا۔ یہ وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ
آدمؑ کو پکارے گا اور فرمائے گا۔ اے آدم! جہنم میں جانے والوں کو بھیج، آدمؑ عرض کریں گے، پروردگار!
جہنم میں جانے والے کتنے ہیں؟ ارشاد ہوگا۔ ہزار میں سے نو سو ننانوے دوزخ میں جھونکے جائیں گے اور
صرف ایک شخص جنت میں جائے گا۔ یہ سن کر لوگوں پر مایوسی چھا گئی، اور کسی چہرے پر بشاشت باقی نہیں رہی
حضورؐ نے صحابہؓ کو مایوس دیکھ کر ان کو عمل کی تلقین فرمائی۔ اور جنت کی بشارت دی

(ترمذی)

حضرت صدیق اکبرؓ کا خوفِ آخرت

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے زیادہ قرب حاصل تھا، آپ تمام مسلمانوں میں سب سے افضل تھے، آپ کے مراتب و درجات بیان سے باہر ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھلے لفظوں میں آپ کو خدا کی خوشنودی اور جنت کے حصول کی بشارت دی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد صحابہ کرامؓ نے آپ ہی کو حضورؐ کا خلیفہ اور جانشین منتخب کیا،

آپ کی قوت و شوکت کی یہ حالت تھی کہ پورا عرب آپ کے زیر اقتدار تھا، اور آپ کی فوجیں ایک طرف شام کے میدانوں میں رومی سلطنت کی فوجوں سے نبرد آزما تھیں تو دوسری جانب عراق میں فارس کی سپاہ سے سرگرم جنگ و پیکار تھیں، اور دونوں ملکوں میں فتح پر فتح حاصل کر رہی تھیں،

اس شان و شوکت اور عروج و اقتدار کے باوجود آپ ہر وقت اور ہر کام میں خدا سے ڈرتے رہتے تھے، اور آخرت کی باز پرس سے ترساں و خائف رہتے تھے،

عبرت پذیری

آپ نہایت رقیق القلب واقع ہوئے تھے، قرآن مجید کی تلاوت کرتے تو خشوع و خضوع کے باعث آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو جاتے تھے اور اس قدر پھوٹ پھوٹ کر روتے تھے کہ آس پاس کے لوگ جمع ہو جاتے تھے، نرم دلی اور رقت کے باعث بات بات پر سرد آہیں بھرتے تھے، یہاں تک کہ آپ کا لقب اَوَّاہٌ مُّنِیبٌ یعنی بہت آہیں بھرنے اور خدا کی طرف رجوع رہنے والا، پڑ گیا تھا نماز

میں کھڑے ہوتے تو لکڑی کی طرح بے حس وحرکت نظر آتے ، رقتِ قلب کی وجہ سے آنسو روتے کہ ہچکی بندھ جاتی ، خوفِ آخرت اور عبرت پذیری کا یہ حال تھا کہ کوئی سرسبز درخت دیکھتے تو کہتے ۔ کاش! میں درخت ہی ہوتا کہ عاقبت کے جھگڑوں سے آزاد ہوتا ،
کسی باغ کی طرف سے گذرتے اور چڑیوں کو چہچہاتے ہوئے دیکھتے تو سرد آہ کھینچ کر فرماتے ۔ پرندو! تمہیں مبارک ہو کہ جہاں چاہتے ہو چرتے چگتے ہو ، جس درخت کے سائے میں چاہتے ہو بیٹھ رہتے ہو اور قیامت میں تم سے کوئی حساب ہوگا نہ کتاب کاش ابوبکر بھی تمہاری ہی طرح ہوتا ۔
ایک بار فرمایا ۔ اے کاش ! میں سڑک کے کنارے کا ایک درخت ہوتا کہ میرے پاس سے کوئی اونٹ گذرتا اور مجھے اپنے منہ میں رکھ کر چبا لیتا ۔ پھر میں مینگنی بن کر نکل جاتا لیکن انسان نہ بنا ہوتا ۔“ (خلفائے راشدین)

فکرِ آخرت کی تلقین

خطبہ دینے کھڑے ہوتے تو سب سے پہلے لوگوں کو خدا سے ڈرنے کی تلقین کرتے ، عبداللہ بن حکیمؓ کہتے ہیں کہ ایک روز حضرت صدیقؓ نے خطبہ پڑھا ، جس میں حسبِ ذیل کلمات ارشاد فرمائے ۔
” اے لوگو ! میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرو ۔ اور اللہ کی ایسی تعریف کرو جس کا وہ سزاوار ہے ۔ اور امید و خوف دونوں کو مخلوط رکھو ، اور دعا مانگنے کے ساتھ الحاف (الحاح وزاری) بھی اختیار کرو ۔ دیکھو ۔ خدا نے زکریا اور ان کے گھر والوں کی تعریف میں فرمایا ہے
اِنَّھُمْ کَانُوْا یُسَارِعُوْنَ فِی الْخَیْرَاتِ یَدْعُوْنَنَا رَغَباً وَّرَھَباً یعنی وہ نیکیوں کے معاملے میں تیز گامی سے کام لیتے تھے ، اور ہمیں رغبت اور خوف کے ساتھ پکارتے

وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ ٥ تھے، اور ہمیشہ ہمارا خشوع رکھتے تھے،

اکثر فرمایا کرتے تھے، — اے لوگو! خدا کے خوف سے روؤ، اور اگر رونا نہ آئے تو رونے کی کوشش کرو،

ایک روز خطبہ دینے کھڑے ہوئے تو فرمایا "لوگو! پارسال گرمیوں میں تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا ......" یہ کہہ کر رونے لگے، پھر طبیعت کو سنبھال کر فرمایا" پارسال گرمیوں میں تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا ......" اتنا کہا اور پھر رونے لگے، پھر فرمایا" آپ ارشاد فرماتے تھے کہ اللہ سے گناہوں کی بخشش اور دنیا و آخرت کی عافیت طلب کرو"

ایک روز آپ نے اپنی تقریر میں فرمایا —

"کہاں ہیں وہ حسین و روشن چہروں والے جو اپنے شباب سے لوگوں کو حیرت میں ڈال دیا کرتے تھے، — ؟ کہاں ہیں وہ سلاطین جو بڑے بڑے شہر بساتے تھے اور ان کو قلعہ بند کرتے تھے، — ؟ کہاں ہیں وہ بہادر جو میدانِ جنگ میں فتح و غلبہ حاصل کیا کرتے تھے؟ — زمانے کی گردشوں نے ان کو پست کر دیا۔ اور ان کے بازو توڑ دیے"۔
(تاریخ الخلفاء)

دیکھئے تقریر کے لفظ لفظ سے کیسی عبرت پذیری ٹپک رہی ہے!

ایک بار ایک صحابی نے جن کا نام رافع طائی تھا۔ آپ سے کہا" مجھے کچھ نصیحت کیجئے"۔ آپ نے فرمایا۔ "خدا تم پر برکت و رحمت نازل فرمائے۔ نمازیں پڑھا کرو۔ روزے رکھا کرو، زکوٰۃ دو۔ اور حج کرو۔ اور سب سے بڑی نصیحت یہ ہے کہ کبھی حکومت و امارت قبول نہ کرنا، دنیا میں امیر کی ذمہ داری بڑھ جاتی ہے، اور قیامت کے روز اس سے سختی

سے حساب لیا جائے گا، اور اس کا اعمالنامہ بہت لمبا ہو جائے گا" (خلفائے راشدین)

خوفِ آخرت

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی عظمتِ ایمانی کے متعلق حضرتِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

"ابوبکر کا ایمان تمام مسلمانوں کے مجموعی ایمان پر بھاری ہے"۔ اس کے باوجود حضرت ابوبکرؓ اپنی نسبت فرماتے تھے، :۔۔۔

"اگر میرا ایک پاؤں جنت میں ہو، اور دوسرا اس سے باہر تو بھی میں اپنے آپ کو اللہ کے غضب سے محفوظ القصور نہیں کرتا"۔

یہ ارشاد خود حضرت ابوبکرؓ کی شدتِ ایمانی کا نتیجہ ہے۔ جس کا ایمان جتنا قوی ہوگا، وہ اتنا ہی خدا اور آخرت سے ڈرے گا، آخرت کی طرف سے اطمینان اور بے نیازی ایمان کی نہیں غفلت اور ضعفِ ایمان کی علامت ہے۔

خوفِ آخرت کا اظہار اعمال سے

حضرت ابوبکرؓ نے ایکبار جمعہ کے دن منبر سے اعلان کیا، کہ آج میں صدقے کے اونٹ تقسیم کروں گا۔ سب لوگ آئیں مگر اجازت لئے بغیر کوئی شخص میرے پاس نہ آئے۔

یہ سن کر ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا۔ یہ اونٹ کی مہار لو اور خلیفہ رسولؐ کی خدمت میں جاؤ۔ ممکن ہے تمہیں بھی ایک اونٹ مل جائے"۔

وہ شخص مہار لئے ہوئے آیا۔ اور بغیر اجازت لئے ہوئے بارگاہِ خلافت میں چلا گیا، حضرت ابوبکرؓ نے بہ طورِ تادیب اسی مہار سے اس کو مار دیا، جب اونٹوں کی تقسیم سے فارغ ہوئے تو فرمایا۔" اس شخص کو بلاؤ جسے میں نے مارا تھا"۔

وہ شخص ڈرتا ڈرتا حاضر ہوا، خلیفہ رسولؐ نے فرمایا۔ میں نے تمہیں اس مہار

سے مارا تھا، تم بھی اسی مہار سے مجھے مار کر اپنا بدلہ لے لو "

حضرت عمرؓ بھی موجود تھے۔ انھوں نے کہا "اے خلیفۂ رسولؐ! یہ رسم قائم نہ کیجئے، آپ نے بے وجہ تو نہیں مارا تھا، حکم کی خلاف ورزی کرنے پر سزا دی تھی "

فرمایا "یہ صحیح ہے۔ مگر قیامت میں اس کا محاسبہ ہوا تو خدا کو کیا جواب دوں گا۔؟"

تقوی کا اہتمام

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایک غلام اپنے حصے کی کمائی سے کبھی کبھی آپ کی خدمت میں کھانے پینے کی چیزیں پیش کیا کرتا تھا، ایک دن غلام کچھ کھانا لایا۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس میں سے ایک لقمہ کھا لیا۔ اس نے عرض کیا "آپ ہمیشہ دریافت فرمایا کرتے تھے، کہ یہ چیز کیسی کمائی کے پیسے سے لایا ہے آج آپ نے یہ بات دریافت نہیں فرمائی؟"

حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا "بھوک کی شدت کے باعث ایسا ہو گیا۔ اب بتا، کس طرح لایا ہے۔؟"

غلام بولا "زمانۂ جاہلیت میں کچھ لوگوں نے مجھ سے منتر پڑھوائے تھے، اور اس کام کا معاوضہ دینے کا وعدہ کیا تھا، آج ان کی طرف جا نکلا، ان کے یہاں کسی کی شادی کی تقریب تھی، اس منتر کے عوض آج انھوں نے مجھے یہ کھانا دیا تھا "

حضرت ابوبکرؓ نے یہ سن کر فرمایا "افسوس! تو نے تو مجھے مار ہی ڈالا "

پھر آپ نے چاہا کہ حلق میں انگلی ڈال کر کھائے ہوئے لقمے کو قے کر دیں مگر لقمہ باہر نہ نکلا۔ کسی نے کہا پانی کے ذریعہ قے ہو سکتی ہے، آپ نے بہت سا پانی منگایا اور اس وقت تک پانی پی پی کر قے کرتے رہے جب تک لقمہ نکل نہیں گیا

کسی نے عرض کیا "خدا آپ پر رحم فرمائے۔ ایک لقمہ کیلئے اتنی پریشانی اور تکلیف اٹھائی؟

کسی وجہ سے ناشکرے انسان کی تباہی۔ تو ور نا کہ کا ڈر دی میں سے ذہن بچے گا۔

ارشاد فرمایا" اگر اس لقمہ کے ساتھ میری جان بھی باہر نکل جاتی جب بھی میں اسے باہر نکالے بغیر نہ رہتا۔ میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو بدن حرام مال سے پرورش پائے اس کیلئے آگ موزوں ہے۔"

اللہ اللہ! یہ تھے آخرت پر ایمان رکھنے والے، ہم بھی آخرت پر ایمان رکھتے ہیں مگر کیا ہم حرام و حلال کے معاملے میں اس کا سواں درجہ بھی لحاظ رکھتے ہیں؟

ایک دفعہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیقؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ ایک ساتھ سفر کر رہے تھے، درمیان میں ایک جگہ پڑاؤ ہوا، سب حضرات علیحدہ علیحدہ مختلف لوگوں کے یہاں ٹھہر گئے، حضرت ابوبکرؓ نے حضرت ابوسعید خدریؓ وغیرہ کے ساتھ ایک اعرابی کے گھر میں قیام فرمایا۔ ایک اور اعرابی اسی گھر میں مہمان ٹھہرا، میزبان کی بیوی حاملہ تھی، اس اعرابی نے میزبان کی بیوی سے شرط کرلی کہ اگر وہ ان سب کو بکری کا گوشت کھلائے گی تو اس کے بیٹا پیدا ہوگا، عورت نے یہ شرط منظور کرلی، اور بکری ذبح کردی، جس پر اعرابی نے کچھ الٹے سیدھے مسجع جملے پڑھ دیے، بکری کا گوشت کھانے کے بعد حضرت ابوبکرؓ کو پورا قصہ معلوم ہوا تو آپ سے برداشت نہ ہوسکا، فوراً قے کردی، (مسند احمد)

دُنیاوی نعمتوں سے اجتناب

ایک مرتبہ آپ نے پینے کیلئے پانی مانگا، لوگوں نے پانی میں شہد ملا کر پیش کیا۔ آپ جیسے ہی اسے منہ کے پاس لے گئے آنکھوں سے آنسو امنڈ پڑے، اور اس قدر روئے کہ ریشِ مبارک تر ہوگئی، جب سکون ہوا تو آپ سے رونے کا سبب پوچھا گیا۔ فرمایا" میں ایک روز حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ کسی چیز کو "دور۔ دور" فرما رہے تھے، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا چیز ہے جس کو دور دور فرما رہے ہیں۔ مجھے تو کوئی چیز نظر نہیں آتی"۔ آپ نے فرمایا" دنیا

مجسم ہو کر میرے سامنے آئی تھی، میں نے اس کو دور کر دیا۔" اس وقت یکایک مجھے وہی بات یاد آگئی اور میں ڈرا کہ شاید میں دنیا کے جال میں پھنس جاؤں۔" (اسد الغابہ)

احتسابِ نفس

ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت صدیق اکبرؓ کے پاس آئے، دیکھا تو اپنی زبان پکڑ کر کھینچ رہے ہیں، بولے "خدا آپ کو معاف فرمائے، ایسا نہ کیجئے۔" حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا" اسی زبان نے تو مجھے برباد کیا ہے۔" (موطا امام مالک)

حضرت صدیق اکبرؓ کا یہ اسوہ ہمارے لئے بڑی موعظت ہے۔ ہم اپنی زبان کی طرف سے کتنے غافل اور بے پروا ہوتے ہیں کہ جو بھی منہ میں آتا ہے زبان سے نکل جاتا ہے۔ ہمیں ذرا بھی پروا نہیں ہوتی۔ ہم سوچ بھی نہیں سکتے، کہ حضرت صدیق اکبرؓ کی زبانِ مبارک سے ہماری جیسی کوئی بات نکلی ہو گی، پھر بھی آپ اپنی زبان کو یا یوں کہئے کہ خود اپنے کو سزا دے رہے تھے۔

نزاعِ باہمی میں خوفِ آخرت

حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت ربیعہ بن کعب اسلمیؓ کے درمیان ایک زمین کے بارے میں جھگڑا ہو گیا، حضرت ابوبکرؓ کی زبان سے کوئی سخت بات نکل گئی، بعد کو احساس ہوا تو فرمایا۔ ربیعہؓ تم بھی کوئی ایسی ہی سخت بات کہہ لو، وہ اس کیلئے تیار نہ ہوئے۔ آپ نے فرمایا۔ تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تمہاری شکایت کروں گا مطلب یہ تھا کہ کسی طرح ربیعہؓ بدلہ لے لیں، پھر بھی انھوں نے نہ صرف بدلہ نہیں لیا بلکہ زمین سے بھی دست بردار ہو گئے، حضرت ابوبکرؓ خدمتِ نبوی میں چلے تو ربیعہؓ بھی پیچھے ہو گئے، ربیعہؓ کے قبیلے والے ان کی حمایت کیلئے تیار ہو گئے، بولے۔ کیا خوب! سخت بات بھی کہی، اور حضورؐ سے شکایت بھی کرنے جا رہے ہیں، ربیعہؓ نے کہا، تم چپ رہو۔ جانتے ہو۔ یہ حضورؐ کے رفیقِ غار ہیں انھوں نے تم کو دیکھ لیا تو غضب ناک ہو جائیں گے، اور حضورؐ نے ان کو غضب ناک دیکھا تو حضورؐ کو بھی غصہ آ جائے گا۔ اور ان دونوں کے غصے سے اللہ کا غضب بھڑک اٹھے گا، اور ربیعہؓ

تباہ ہو جائے گا، حضرت ابوبکرؓ نے خدمتِ نبوی میں حاضر ہو کر واقعہ عرض کیا، ربیعہؓ نے بھی
گذارش پیش کی، حضورؐ نے ربیعہؓ کی روش کی تحسین کی، فرمایا۔ تم نے اچھا کیا جو ابوبکرؓ کو بلٹ
کر وہی بات نہیں کہہ دی۔ تم یوں کہہ دو کہ ابوبکرؓ! اللہ آپ کی غلطی کو معاف فرمائے!" ربیعہؓ
تعمیلِ ارشاد کی تو حضرت ابوبکرؓ پر اتنا اثر ہوا کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، اور ز
نار رونے لگے، (فتح الباری)

اسی طرح حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ میں کسی بات پر بحث ہو گئی، حضرت ابوبکرؓ کی
سے کوئی سخت جملہ نکل گیا، اس پر آپ بہت ہی شرمندہ ہوئے اور حضرت عمرؓ سے معافی ما
لگے، لیکن حضرت عمرؓ نے معاف نہ کیا، حضرت ابوبکرؓ گھبرائے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ و
کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور واقعہ بیان کیا۔ حضورؐ نے ان کی تسکین کیلئے تین مرتبہ فر
ابوبکرؓ! خدا تمہیں بخش دے گا۔" ادھر حضرت عمرؓ کا غصہ دور ہوا تو ان کو اپنے انکار پر بہ
افسوس ہوا، وہ پہلے حضرت ابوبکرؓ کے گھر گئے، وہاں ملاقات نہ ہوئی تو تلاش کرتے ہوئے
کی خدمت میں پہنچے۔ حضرت عمرؓ کو دیکھ کر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک
سے تمتمانے لگا۔ یہ دیکھ کر حضرت ابوبکرؓ دوزانو بیٹھ گئے، اور عرض کرنے لگے۔" یا رسول
میں ہی ظالم تھا۔ خدا کی قسم! میں نے ہی زیادتی کی تھی" اس طرح حضورؐ کا غصہ کم ہوا
نے فرمایا:" میں مبعوث ہوا تو سب نے مجھے چھوڑ دیا لیکن ابوبکرؓ نے میری تصدیق کی اور جا
مال سے میری مدد کی، کیا تم ان کو مجھ سے چھڑا دو گے؟" (بخاری)

صحابۂ کرام کی یہ حق پسندی اور انصاف کوشی آخرت پر پختہ ایمان اور جزا و سزا پر کامل یق
رکھنے کا ہی نتیجہ تھی، کیا خدا بیزار اور آخرت فراموش لوگوں کو یہ بلند اور پاکیزہ کردار نصیب
حضرت ابوبکرؓ خود ہی اندیشۂ آخرت سے بے فکر نہ تھے، دوسروں کو بھی آخرت سے ڈ

اور نیکی کی زندگی گذارنے کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ ایک دن آپ نے اپنی تقریر میں فرمایا۔

"اے اللہ کے بندو! تم یہ بھی جان لو کہ اللہ نے اپنے حق کے عوض تمہاری جانیں رہن کر لی ہیں، اور اس پر تم سے پختہ عہد لیا ہے اور قلیلِ فانی (حیاتِ دنیوی) کے عوض کثیر باقی (حیاتِ اخروی) عطا فرمائی ہے۔ اور یہ جو خدا کی کتاب تمہارے درمیان ہے اس کے عجائبات کبھی ختم ہونے والے نہیں، اور نہ اسکی روشنی کبھی ماند پڑے گی، پس خدا کے فرمودات پر یقین رکھو اور اس کی کتاب سے فائدہ اٹھاتے رہو۔ خدا نے تم کو اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا ہے اور تم پر دو بزرگ کاتبین کو متعین کر دیا ہے۔ جو وہ سب کچھ جانتے ہیں جو تم کرتے ہو، اگر تمہیں استطاعت ہو تو اپنا وقت اللہ کے کاموں میں لگے ہوئے پورا کرو۔ اور یہ استطاعت خدا کی توفیق بخشی ہی سے مل سکتی ہے۔ ...... بہت سی قوموں نے اپنی میعادِ عمل اس اہتمام و لحاظ کے بغیر بسر کر ڈالی ہے، تو میں تمہیں ان کے جیسا ہونے سے روکتا ہوں، پس تم اپنی رفتار تیز کر دو۔ ہاں تیز سے تیز تر۔ کیونکہ تمہارے پیچھے ایک ایسا تعاقب کرنے والا لگا ہوا ہے جو نہایت تیز گام ہے۔" (صدیق اکبر)

یہ خطبہ ایسا نہیں جو ہمارے لئے محض پڑھ لینے کی چیز ہو بلکہ پوری ہوش مندی سے عمل

عمل کرنے کی چیز ہے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا وقتِ آخر تھا، آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنی جگہ خلیفہ نامزد کرنے کے بعد انہیں ایک نصیحت فرمائی۔ جس کے جملے جملے سے فکرِ آخرت کا اظہار ہو رہا ہے۔ اس کے چند حصے درجِ ذیل کئے جا رہے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔

"عمر! ___ اللہ کا جو حق رات سے متعلق ہے وہ اسے دن میں قبول نہیں فرماتا۔ اور جو حق دن سے متعلق ہے وہ اسے رات میں قبول نہیں فرماتا۔ ہر عمل کا اس کے وقت کے ساتھ بجا لانا ضروری ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس وقت تک نفل نہیں قبول کرتا جب تک تم فرض نہ ادا کر دو۔ عمر! کیا

تم غور نہیں کرتے کہ (دنیا میں) دراصل انہیں کا پلۂ میزان بھاری ہے جن کا پلۂ میزان اتباعِ حق کی وجہ سے آخرت میں وزنی ہوگا۔ اور یہ حقیقت ہے کہ کل قیامت کے روز وہی پلۂ میزان وزنی ہوگا جس میں حق ہوگا، پھر اے عمرؓ! کیا تم نہیں سمجھتے کہ قیامت کے دن جن لوگوں کا بھی پلۂ میزان ہلکا ہوگا وہ ان کے اتباعِ باطل کی وجہ سے ہوگا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ جس پلۂ میزان میں باطل کے سوا کچھ نہ ہو اسے ہلکا ہونا ہی چاہیئے۔ ......"

"اے عمرؓ! کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے جہاں بھی دوزخیوں کا ذکر کیا ہے ان کی بداعمالی کے ساتھ ذکر کیا ہے، اس لئے جب تم ان کا ذکر کروگے تو کہوگے، مجھے امید ہے کہ میں ان میں سے نہ ہوں گا، اسی طرح جہاں اللہ تعالےٰ نے اہلِ جنت کا ذکر کیا ہے ان کی نیک عملی کے ساتھ کیا ہے۔ اس لئے کہ ان سے جو بداعمالی سرزد ہو گی (ان کی نیک عملی کی وجہ سے) اس سے درگذر فرمائے گا، پس جب تم ان کو یاد کروگے تو کہوگے، میرے اعمال ان کے سے کہاں؟ اگر تم نے میری وصیت کو یاد رکھا تو تمہارے نزدیک موت سے زیادہ کوئی غائب کسی حاضر سے زیادہ عزیز نہ ہوگا، اور (موت آکر رہے گی) تم ایسے نہیں کہ موت کو عاجز کردو۔"

(ابن اثیر)

حضرت ابوبکرؓ مسلمانوں کے معاملات سے فارغ ہو چکے تو اپنے گھر کے منتظم معیقیبؓ کو بلا کر پوچھا۔ تم میرے گھر کے منتظم تھے۔ میرا تمہارا حساب کیا ہے؟ انھوں نے جواب دیا میرے پچیس درہم آپ کے ذمہ باقی ہیں۔ میں نے ان کو معاف کیا، آپ نے فرمایا "خاموش رہو۔ میرا سامانِ آخرت قرض سے تیار نہ کرو۔" یہ سن کر معیقیب رو پڑے، خلیفۂ رسولؐ نے فرمایا "معیقیب! رونے اور گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ صبر سے کام لو۔ مجھے امید ہے کہ میں ایسی جگہ جا رہا ہوں جو میرے لئے دنیا سے زیادہ اچھی اور پائدار ہے۔"

اس کے بعد حضرت عائشہ رضؓ کو طلب کر کے ہدایت فرمائی کہ معیقب کو ۱۵ درہم دیدئے جائیں
اب ذرا یہ بھی دیکھئے کہ رسولِ خدا کا یہ جلیل القدر خلیفہ اور اسلامی حکومت کا سب سے بڑا سربراہ کار
کس کفن میں اپنے رب اور اس برگزیدہ آقا کے حضور حاضر ہونے جا رہا ہے جس کا وہ خلیفہ تھا۔

آپ نے اپنی صاحبزادی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کو بلا کر پوچھا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کتنے کپڑوں میں کفن دیا گیا تھا؟ بولیں۔ تین کپڑوں میں۔ خلیفۂ رسولؐ کے جسمِ مبارک پر دو پھٹے پرانے کپڑے تھے۔ فرمایا۔ تو یہ دو کپڑے موجود ہیں۔ بس تیسرا بازار سے منگا لینا۔ آپ کی چہیتی بیٹی نے عرض کیا۔ ابا جان! ہم تینوں کپڑے نئے خرید سکتے ہیں۔" فرمایا— جانِ پدر! نئے کپڑوں کے مستحق مُردوں سے زیادہ زندے ہیں۔ لہو اور پیپ کے لئے یہی کپڑے ٹھیک ہیں۔"

قبر آخرت کی پہلی منزل ہے، حضرت صدیق اکبر رضؓ کا ایمان بالآخرت اتنا قوی، زندہ اور تازہ تھا کہ دنیا ہی میں آپ کی نظروں کے سامنے آخرت کی منزلوں کے احوال اور کیفیات موجود رہتی تھیں۔

حضرت فاروقِ اعظم رضؓ کا خوفِ آخرت

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفۂ دوم تھے، حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے بعد حضورِ نبویؐ میں آپ کو خصوصی امتیاز و تقرب حاصل تھا۔ آپ اسلام سے پہلے بھی قریشِ مکہ میں امتیازی حیثیت کے مالک تھے، اور حلقۂ اسلام میں داخل ہوئے تو اس شان سے کہ اسلام کی شمع مسکرا اٹھی اور بیت اللہ جگمگا گیا۔ کوہستانِ مکہ نے پہلی بار "اللہ اکبر" کا نعرہ

جانفزا سنا۔ جو بارگاہِ نبوت سے حضرتِ فاروقِ اعظمؓ کے قبولِ اسلام کی مسرت میں بلند کیا گیا تھا۔

حق کے ساتھ حضرت عمرؓ کی محبت اور باطل کے ساتھ آپ کی دشمنی ضرب المثل تھی، اس لئے آپ "فاروقِ اعظم" کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں۔ آپ بھی زبانِ وحی ترجمان سے جنتی ہونے کی بشارت پا چکے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہدِ خلافت میں شام و فارس میں جنگ و جہاد کا جو سلسلہ شروع ہوا تھا، اسے خلافتِ فاروقی میں اور بھی وسعت و ترقی ہوئی، اور اسلامی فتوحات کا سلسلہ پہلے سے بھی کہیں زیادہ وسیع ہو گیا، یہاں تک کہ شام اور مصر میں رومی شہنشاہیت کا چراغ گل ہو گیا اور فارس کی شہنشاہیت دنیا کے جغرافئے سے محو ہو گئی،

آیاتِ قیامت کے اثرات اس عروج و اقبال اور شان و شوکت کے باوجود حضرت فاروقِ اعظمؓ خدا سے بیحد ڈرنے والے تھے، آپ کی پوری زندگی خدا کے خوف، اسکی رضا طلبی اور خوفِ آخرت کا عملی نمونہ تھی، آپ خشوع و خضوع کے ساتھ رات رات بھر نمازیں پڑھتے، جب صبح ہونے کو آتی تو گھر والوں کو جگاتے اور یہ آیت پڑھتے،

وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا — اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دو اور خود بھی اس پر جمے رہو۔

اور نمازوں میں عموماً ایسی آیتیں پڑھتے جن میں قیامت کا ذکر یا خدا کی عظمت و جلال کا بیان ہوتا، اور اس سے اس قدر متاثر ہوتے کہ روتے روتے ہچکی بندھ جاتی،

امام حسن رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ نماز پڑھ رہے تھے جب اس آیت پر پہونچے ــــ

إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ — بلاشبہ تیرے رب کا عذاب واقع ہو۔

مَالَهٗ مِنْ دَافِعٍ — کر رہنے والا ہے، اسے کوئی ٹالنے والا نہیں۔

تو اس قدر متاثر ہوئے کہ روتے روتے آنکھیں سوج گئیں،

خوفِ آخرت سے بے ہوش ہو گئے

اسی طرح ایک دفعہ سورہ تکویر کی تلاوت کر رہے تھے جب اس آیت پر پہونچے۔

وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ — جب اعمالنامے کھولے جائیں گے،

تو بے ہوش ہو کر گر پڑے، اور کئی دن تک ایسی حالت رہی کہ لوگ عیادت کو آتے تھے۔

اسی طرح ایک دفعہ آیت :-

وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا — اور جب انھیں زنجیروں میں باندھ کر ایک تنگ جگہ میں ڈال دیا جائے گا تو وہ موت کو پکارنے لگیں گے،

پڑھی تو اس قدر خشوع و خضوع طاری ہوا کہ اگر کوئی شخص جو ان کے حال سے واقف نہ ہوتا دیکھ لیتا تو سمجھتا کہ اسی حالت میں روح پرواز کر جائے گی، (خلفائے راشدین)

خوفِ آخرت کے اثر سے ایک مہینے بیمار رہے

ایک بار کسی شخص کے گھر کی طرف سے گذر ہوا وہ نماز میں سورۃ والطور پڑھ رہا تھا۔ جب آیت

اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ — تیرے رب کا عذاب یقیناً واقع ہو کر رہنے والا ہے۔

پر پہونچا تو آپ سواری سے اتر پڑے، اور دیوار سے ٹیک لگا کر دیر تک بیٹھے رہے اس کے بعد اپنے گھر آئے تو ایک مہینے تک بیمار رہے۔ لوگ دیکھنے کو آتے تھے اور بیماری کسی کی سمجھ میں نہ آتی تھی،

فکرِ نجات

ایک بار آپ نے ایک صحابی سے کہا "کیا تمہیں یہ پسند ہے کہ ہم جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اسلام لائے۔ ہجرت کی، جہاد کیا اور ہمیں

بہت سے نیک اعمال کئے، اس کے بدلے میں ہم صرف دوزخ سے بچ جائیں اور عذاب وثواب برابر سرابر ہو جائیں ؟"

انھوں نے کہا "خدا کی قسم! نہیں، ہم نے حضورؐ کے بعد بھی جہاد کیا۔ روزہ رکھا نماز پڑھی، بہت سے دوسرے نیک کام کئے۔ اور ہمارے ہاتھ پر بہت سے لوگ اسلام لائے۔ ہم کو ان اعمال سے بڑی بڑی توقعات ہیں۔"

حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ اس ذات کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ مجھے تو یہی غنیمت معلوم ہوتا ہے کہ ہم ان کے بدلے عذابِ الٰہی سے بچ جائیں اور نیکی و بدی برابر سرابر ہو جائے۔" (اسوۂ صحابہ)

فکرِ آخرت

ایک بار حضرت عمر فاروقؓ ملکِ شام تشریف لے گئے تھے، وہاں سے واپس آنے کے بعد تنہا گشت کر کے لوگوں کے حالات دریافت کر رہے تھے اسی سلسلہ میں ایک ضعیفہ سے ملاقات ہوئی، ضعیفہ آپ کو پہچانتی نہ تھی، اس لئے آپ سے پوچھا۔ تمھیں معلوم ہے کہ آجکل عمرؓ کیا کرتے ہیں ؟"

حضرت عمرؓ نے جواب دیا "ابھی شام سے واپس آئے ہیں۔"

ضعیفہ کہنے لگی۔" اللہ انھیں میری طرف سے جزائے خیر نہ دے۔"

حضرت عمرؓ نے پوچھا "کیوں ؟۔ انھوں نے کیا کیا ہے ؟"

ضعیفہ کہنے لگی۔" جب سے وہ خلیفہ ہوئے مجھے بیت المال سے ایک پیسہ نہیں ملا۔"

حضرت عمرؓ نے فرمایا۔" بڑی بی ! عمر کو تمہاری حالت معلوم نہ ہوگی۔"

ضعیفہ بولی، ۔" سبحان اللہ! یہ تم نے کیا کہا ؟ جو شخص خلیفہ ہو اسے یہ نہ معلوم ہو کہ مشرق و مغرب میں کیا ہو رہا ہے ؟ میں اسے نہیں مان سکتی ....۔"

ضعیفہ کے یہ الفاظ سننے تھے کہ حضرت عمرؓ کا دل خوفِ خدا اور خلافت کی ذمہ داریوں کے احساس سے لرز اٹھا، آنکھیں اشک آلود ہوگئیں، دل میں کہا۔ اے عمرؓ! تجھ پر افسوس ہے، تیری رعایا تجھ سے کس طرح بباحثہ کرتی ہے۔ ہر شخص تجھ سے زیادہ علمِ دین جانتا ہے۔

پھر ضعیفہ سے مخاطب ہو کر آپ نے فرمایا "بڑی بی! اپنا دعویٰ تم کتنے میں فروخت کر سکتی ہو۔ میں عمر کو اس پر راضی کر لوں گا"

ضعیفہ نے کہا "اللہ تم پر رحم فرمائے، جاؤ تمسخر نہ کرو"

حضرت عمرؓ نے کہا "میں تم سے تمسخر نہیں کر رہا ہوں"

آخر آپ نے سمجھا بجھا کر ضعیفہ سے بیس درہم میں اس کا دعویٰ خرید لیا، وہاں سے آگے بڑھنے ہی والے تھے کہ حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ آ گئے، اور انھوں نے آپ کو "امیر المومنین" کہہ کر سلام کیا، ضعیفہ یہ معلوم کر کے کہ آپ ہی امیر المومنین ہیں بہت ڈری، آپ نے اسے اطمینان دلاتے ہوئے فرمایا۔ بڑی بی! تم کسی بات کا خوف نہ کرو، اور پریشان نہ ہو تم نے جو کچھ کہا بالکل صحیح کہا"

اس کے بعد آپ نے چمڑے کے ایک ٹکڑے پر یہ عبارت لکھی،

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ عمرؓ نے فلاں ضعیفہ سے اپنی ابتدائے خلافت سے لیکر اب تک کا ہر طرح کا دعویٰ بیس درہم میں خرید لیا، اب اگر وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور میں کوئی دعویٰ کرے تو میں اس سے بری ہوں، علیؓ اور عبداللہؓ اس پر گواہ ہیں"

آخرت کا بدلہ دُنیا ہی میں چکا دیا

ایک روز امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی خاص سرکاری کام میں مشغول تھے کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور کہا کہ فلاں شخص نے میرے ساتھ زیادتی کی ہے، آپ چلئے اور اس سے بدلہ دلائیے،

اس شخص کے بے موقع آنے سے آپ کے کام میں خلل پڑ گیا، آپ جھنجھلا اٹھے، اور اسے ایک درہ مار کر فرمایا "جب میں اس لئے بیٹھتا ہوں کہ جن لوگوں کے ساتھ کوئی زیادتی ہوئی ہو وہ آئیں اور میں ان کی فریاد سنوں تو لوگ آتے نہیں، اور جب میں دوسرے کام میں مشغول ہو جاتا ہوں تو لوگ آتے ہیں اور فریاد کرتے ہیں۔"

حضرت عمرؓ کی ڈانٹ ڈپٹ سن کر وہ شخص تو واپس چلا گیا لیکن کچھ دیر کے بعد آپ کا مزاج ٹھنڈا ہوا، تو آپ کو اپنی سختی پر بہت افسوس ہوا، خدا کے سامنے جواب دہی کرنے کی بجائے آپ نے اسے بہتر سمجھا کہ وہ دنیا ہی میں اپنا بدلہ لے لے۔ چنانچہ آپ نے اس شخص کو بلا بھیجا وہ آیا تو آپ نے درہ اس کے سامنے رکھ دیا، اور فرمایا۔ یہ درہ لو، اور جس طرح میں نے تمہیں مارا تھا، اسی طرح تم بھی مجھے مارو۔"

اس شخص نے عرض کی "امیر المومنین! بھلا مجھ سے ایسی جرأت اور گستاخی ہو سکتی ہے؟ میں نے خدا کیلئے اپنا حق معاف کر دیا۔" اس شخص کے معاف کر دینے پر بھی حضرت عمرؓ کے دل کو اطمینان نہ ہوا، اسی طرح خوفِ خدا اور اندیشۂ آخرت دامن گیر رہا۔ آپ گھر تشریف لے گئے، دو رکعت نماز ادا کی، پھر اپنے آپ کو اس طرح ملامت کرنا شروع کیا۔

"اے عمر! تو نیچ تھا۔ خدا نے تجھے سربلندی عطا کی۔ تو گمراہ تھا، خدا نے تجھے سیدھا راستہ دکھایا۔ تو ذلیل تھا، خدا نے تجھے عزت دی اور اختیار سے نوازا۔ تیرا یہ حال ہے کہ ایک شخص تیرے پاس فریاد لے کر آیا اور تو نے اسے مار کر بھگا دیا۔ کل خدا کے حضور میں اس زیادتی کی پوچھ ہوئی تو کیا جواب دیگا؟" (اسوہ صحابہ)

مواخذۂ آخرت کا احساس

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی خلافت کے زمانے میں رات کو گشت فرمایا کرتے تھے، تاکہ کوئی شخص کسی قسم کی تکلیف میں ہو تو اس کی تکلیف دور کرنے کی کوشش کریں۔

ایک رات آپ گشت کرتے ہوئے مدینے سے دور نکل گئے، وہاں دیکھا، ایک عورت

کچھ پکا رہی ہے، اور دو تین بچے اس کے پاس بیٹھے رو رہے ہیں، آپ نے عورت سے حالت دریافت کی، تو معلوم ہوا کہ کچھ کھانے کو نہیں ہے، بچے بھوک سے تڑپ رہے ہیں، ان کی تسلی کیلئے ماں نے خالی ہانڈی چڑھا دی ہے،

حضرت عمرؓ اسی وقت کھانے کا سامان لینے کیلئے مدینے آئے، کندھے پر سامان رکھ کر چلنے لگے تو غلام نے کہا "میرے ہوتے ہوئے آپ بوجھ کیوں ڈھوتے ہیں؟ لائے مجھے دیجئے"۔ آپنے فرمایا: "تم آج تو میرا بوجھ اٹھالو گے لیکن کل قیامت کے دن میرا بوجھ کون اٹھائے گا؟ یہ کہہ کر آپ خود ہی سامان اٹھالے گئے،

ایک بار کچھ سرکاری اونٹ گم ہو گئے، گرمیوں کا زمانہ تھا، اور دوپہر کا وقت، ان دنوں عرب میں دھوپ اتنی تیز ہوتی ہے جیسے آگ برس رہی ہو پھر بھی حضرت عمرؓ کو ان اونٹوں کے گم ہونے کی اطلاع ہوئی تو آپ دوپہر ہی میں ان کی تلاش کیلئے نکل کھڑے ہوئے، بڑی پریشانیوں کے بعد اونٹ ملے، آپ ان کو لئے ہوئے واپس آرہے تھے، دھوپ سے چہرہ سرخ ہو رہا تھا، تمام جسم پسینے سے شرابور تھا، ادھر سے حضرت علیؓ آرہے تھے انھوں نے حضرت عمرؓ کو اس حال میں دیکھا تو تڑپ گئے، کہنے لگے "امیر المومنین! ملازموں کو اونٹ کی تلاش میں بھیج دیتے، خود آپنے کیوں تکلیف کی؟"

آپ نے جواب دیا "اے علیؓ! قیامت کے روز تو اللہ تعالےٰ ملازموں سے نہیں مجھ سے جواب طلب فرمائے گا کہ عمر! تو نے کیوں ایسی غفلت کی کہ سرکاری اونٹ گم ہو گئے؟"

حضرت علیؓ جانتے تھے کہ جو شخص اپنے دل میں آخرت کا ایسا خوف رکھتا ہو وہ کتنا مبارک ہے، آپ نے کہا "امیر المومنین! آپ کامیاب ہو گئے"،

حضرت عمرؓ کو آخرت کا اتنا خوف تھا کہ کہنے لگے "علیؓ! میں تو صرف اتنا چاہتا ہوں کہ قیامت کے روز نہ مجھے میری نیکیوں کا اجر ملے اور نہ گناہوں کے عوض میری پکڑ ہو میرے لئے یہی بڑی کامیابی ہے"

دُنیاوی نعمتوں سے پرہیز

حضرت عمرؓ کی خوراک اتنی معمولی اور روکھی سوکھی ہوتی تھی کہ مہمان یا سفراء آتے تو ان کو آپ کے ساتھ کھانا کھانے میں تکلیف ہوتی، کیونکہ وہ ایسی سادہ اور معمولی غذا کے عادی نہیں ہوتے تھے، حفص بن العاص آپ کے کھانے کے وقت موجود رہتے تھے لیکن کھانے میں شریک نہیں ہوتے تھے، ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے وجہ پوچھی تو کہا کہ آپ کے دستر خوان پر ایسی سادہ اور معمولی غذا ہوتی ہے کہ ہم لوگ اپنے لذیذ اور نفیس کھانوں پر اسکو ترجیح نہیں دیتے"۔

آپ نے فرمایا۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ میں قیمتی اور لذیذ کھانا کھانے کی مقدرت نہیں رکھتا، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، اگر قیامت کا خوف نہ ہوتا تو میں بھی تم لوگوں کی طرح دنیاوی عیش و عشرت کا دلدادہ ہوتا۔ (خلفائے راشدین)

پرہیزگاری کی معراج

آخرت ہی کی باز پرس کا احساس تھا جس کے باعث آپکو اپنے اور اپنے اہل و عیال پر بیت المال کا ایک حبہ بھی ناجائز صرف کرنا گوارا نہ تھا، ایک بار حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیت المال کا جائزہ لیا تو وہاں صرف ایک درہم موجود تھا، انھوں نے اس خیال سے کہ یہ یہاں کیوں پڑا ہے اٹھا کر حضرت عمرؓ کے ایک صاحبزادے کو دے دیا، حضرت عمر کو معلوم ہوا تو درہم لے کر بیت المال میں داخل کر دیا، اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو بلا کر فرمایا۔ افسوس! تم کو مدینہ میں آلِ عمرؓ کے سوا اور کوئی کمزور نظر نہیں آیا، کیا تم چاہتے ہو کہ قیامت کے دن تمام امتِ محمدیہ ؐ کا مطالبہ میری گردن پر ہو؟ —— (خلفائے راشدین)

ایک بار حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے قرض طلب کیا تھا، انھوں نے کہا۔ اے امیر المومنین! آپ یہ رقم بیت المال سے قرض لے سکتے ہیں"۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا۔ میں بیت المال سے قرض نہ لوں گا کیونکہ اگر ادائگی سے پہلے مر گیا تو تم لوگ میرے ورثہ سے وصول نہ کروگے، اور بار میرے سر رہ جائے

گا، اس لئے میں چاہتا ہوں کہ ایسے آدمی سے قرض لوں کہ اگر ادائگی سے پہلے مر جاؤں تو
تو وہ میرے ورثا سے قرض وصول کرلے"
ایک بار آپ نے ایک شخص سے پینے کیلئے پانی مانگا، اس کے پاس شہد تھا اس نے
وہی حاضر کر دیا، آپ نے شہد واپس کرتے ہوئے فرمایا "میں اسے یوم قیامت کے حساب میں
شامل کرنا نہیں چاہتا"

فکرِ نجات

حضرت مغیرہ بن شعبہ رض کے ایک پارسی غلام فیروز نامی نے جس کی کنیت
ابولولو تھی نماز کی حالت میں آپ پر قاتلانہ حملہ کیا، آپ کی زندگی
کی امید نہ رہی تو حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما، آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے
اور کہا "امیر المومنین! آپ کو جنت کی خوشخبری ہو، دوسرے لوگوں نے جس وقت کفر کیا آپ نے
اسلام قبول کیا، اور لوگوں نے جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ چھوڑا آپ نے حضور
کی معیت میں جہاد کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت دنیا سے رخصت ہوئے آپ سے
راضی تھے، آپ کی خلافت کے معاملے میں دو آدمیوں نے بھی اختلاف نہیں کیا، اور اب
آپ شہید کی موت مر رہے ہیں"
حضرت عمر رض نے یہ سب کچھ سن لیا تو فرمایا "تم نے جو کچھ کہا ہے اسے ذرا پھر تو دہرانا"
حضرت ابن عباس رض نے دوبارہ وہی باتیں کہیں۔ انھوں نے ساری باتیں سن کر فرمایا۔
"اس خدا کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود نہیں، زمین میں جس قدر سونا چاندی ہے وہ
سب کا سب مجھے مل جائے تو بھی پیش آنے والے دن کے خوف سے بچنے کیلئے فدیہ
میں دے دوں گا"
قیامت کے دن کا حساب کتاب اور اس دن کی جزا و سزا ایسی چیز ہے کہ حضرت عمر کو
یہی غنیمت معلوم ہوتا تھا کہ اگر وہ جنت میں داخل نہیں ہو سکتے تو کم از کم عذاب جہنم ہی سے بچ جائیں
حضرت عمر رض کی وفات کا وقت قریب آیا تو ایک شخص نے آپ کے پاس آکر آپ کے

بیٹے حضرت عبد اللہؓ کے علم و تقویٰ کی تعریف کی اور کہا کہ آپ انہیں اپنا جانشین مقرر کیجیے۔

آپ نے فرمایا۔ تمہارا برا ہو۔ اس تجویز کے پیش کرنے میں تمہاری نیت بخیر نہیں ہے، میں ایسے شخص کو اپنا جانشین کیسے بنا سکتا ہوں جو اپنی بیوی کو طلاق بھی صحیح طور پر نہیں دے سکتا، اب مجھے مسلمانوں کے معاملات میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہے، اگر امارت کوئی اچھی چیز تھی تو میں نے اس سے اپنا حصہ پا لیا اور اگر بری چیز تھی تو اللہ نے مجھے اس سے الگ کر لیا، آلِ عمرؓ کیلئے یہی بہت ہے کہ ان میں سے ایک شخص سے اس کے معاملے میں بھی سوال کیا جائے اور امتِ محمدیہ صلعم کے بارے میں بھی باز پرس ہو، میں نے اپنے کو اس کام میں تھکا ڈالا، اور اپنے اہل و عیال کو ان کے بہت سے حقوق سے محروم رکھا، تاہم اگر برابر سرابر پر چھوٹ جاؤں کہ اس میں نہ میرے لئے کوئی نفع ہو نہ نقصان تو میں اپنے کو خوش قسمت سمجھوں گا۔"

حضرت عمرؓ کو اپنی تمام تر نیکیوں اور خدا کی رضا جوئیوں کے باوجود آخرت کی باز پرس کا کتنا شدید احساس تھا کہ آپ نے خلافت کے منصب کیلئے اپنے بیٹے کا نام پیش کرنے والے کو بھی اتنی سختی سے ڈانٹ بتائی۔

حضرت عمرؓ کا یہ احساس آخر دم تک باقی رہا۔ چنانچہ جب آپ کا وقتِ آخر تھا، آپ کے صاحبزادے حضرت عبد اللہؓ آپ کا سر مبارک اپنے زانو پر لئے بیٹھے تھے، آپ نے فرمایا "میرا سر زمین پر رکھ دو۔"

صاحبزادے نے آپ کے حکم کی تعمیل کی، اور سر مبارک زمین پر رکھ دیا، آپ نے دونوں پاؤں برابر کر لئے اور فرمایا۔ "میری اور میری ماں کی تباہی ہے اگر اللہ نے مجھے بخش نہ دیا۔" اور یہی کہتے ہوئے دنیا سے تشریف لے گئے۔

عبرت پذیری

ایک بار آپ کے پاس ایک بدو آیا، اور اس نے یہ شعر پڑھے

یا عمر الخیر خیر الجنۃ + اکس بنیاتی و امھنہ

اقسم باللہ لتفعلنہ ! "یعنی اے عمرؓ! بھلائی تو بس جنت کی بھلائی ہے۔ میری بیٹیوں کو اور ان کی ماں کو کپڑے پہنا، خدا کی قسم! تجھے ضرور ایسا کرنا ہوگا۔"

حضرت عمرؓ نے فرمایا "اگر میں تمہارا کہنا نہ مانوں تو کیا ہوگا؟"

بدو نے جواب دیا۔

تکون عن حالی لتسئلنہ	قیامت کے روز میری نسبت تجھ سے پرسش ہوگی
والواقف المسئول یبھتنہ	اور تو ہکا بکا رہ جائے گا،
اما الی النار و اما جنہ	پھر دوزخ کی طرف جانا ہوگا یا جنت کی طرف

حضرت عمرؓ یہ سن کر اس قدر روئے کہ داڑھی اشکوں سے تر ہو گئی پھر غلام سے فرمایا کہ میرا یہ کرتا اس کو دے دو۔ اس وقت اس کے سوا اور کوئی چیز میرے پاس نہیں ہے، (الفاروق)

ایک بار آپ کہیں جا رہے تھے، راستے میں سے ایک تنکا اٹھالیا اور کہا "کاش میں بھی خس و خاشاک ہوتا، کاش میں پیدا ہی نہ کیا جاتا، کاش میری ماں مجھے نہ جنتی"!

حضرت عمرؓ کا دل ہر لحظہ خوفِ آخرت سے لرزاں و ترساں اور متفکر رہتا تھا چنانچہ آپ فرمایا کرتے تھے "اگر آسمان سے ندا آئے کہ ایک آدمی کے سوا تمام دنیا کے لوگ جنتی ہیں تب بھی میرے دل سے مواخذہ کا خوف زائل نہ ہوگا کہ شاید وہ ایک بد قسمت انسان میں ہی ہوں"۔ (خلفائے راشدین)

حضرت عثمان ذی النورین رضؓ

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ سوم تھے آنحضرت صلعم
کی دو صاحبزادیاں باری باری آپ کے عقد میں آئی تھیں، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت
عمرؓ کے ساتھ آپ کو بھی جنت کی بشارت مل چکی تھی، تمام اسلامی مملکت جس میں شام
مصر، عراق، ایران، سب شامل تھے، آپ کی خلافت و امارت کے ماتحت تھی،

آخرت کا بدلہ دنیا ہی میں چکا دیا

اس مرتبہ و منصب کے باوجود آپ کے خوفِ خدا
اور اندیشہ آخرت کا یہ حال تھا کہ ایک مرتبہ
تنبیہاً اپنے غلام کا کان مروڑ دیا، تو آخرت کی باز پرس کے خیال نے آپ کو اتنا پریشان
کیا کہ آپ نے غلام سے فرمایا۔ تم مجھ سے اس کا بدلہ لے لو، اور میرا کان مروڑ دو۔
اس نے حکم کی تعمیل میں آپ کا کان ہاتھ میں لے لیا۔ آپ نے فرمایا "یوں نہیں
زور سے مروڑو۔ میں نے زور سے مروڑا تھا، دنیا میں بدلہ ادا ہو جانا آخرت کے
قصاص سے بہتر ہے" (خلفائے راشدین)

قبروں کو دیکھ کر آخرت کی یاد

حضرت عثمانؓ اکثر خوفِ خداوندی اور فکرِ آخرت سے
آبدیدہ رہتے، دوسری زندگی کے مراحل کا خیال
ہمیشہ دامنگیر رہتا تھا، سامنے سے جنازہ گذرتا تو کھڑے ہو جاتے اور بے اختیار آنکھوں
سے آنسو نکل آتے، مقبروں سے گذرتے تو اس قدر روتے کہ ریشِ مبارک تر ہو جاتی،
لوگ کہتے کہ دوزخ و جنت کے تذکروں سے تو آپ پر اتنی رقت طاری نہیں ہوتی۔
آخر مقبروں میں کیا خاص بات ہوتی ہے، کہ آپ بیقرار ہو جاتے ہیں۔؟"
فرماتے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قبر آخرت کی سب سے پہلی منزل
ہے، اگر یہ مرحلہ آسانی سے طے ہو گیا تو پھر تمام منزلیں آسان ہیں، اور اگر اس میں

دشواری پیش آئی تو تمام مرحلے دشوار ہوں گے۔" اور رسول اللہ نے یہ بھی فرمایا کہ قبر سے زیادہ برا اور مصیبت والا منظر میں نے کوئی نہیں دیکھا۔ (ترمذی۔ ابن ماجہ)

حضرت علی مرتضےٰؓ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نوعمروں میں سب سے پہلے اسلام لائے، آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی، حضورؐ کی سب سے محترم صاحبزادی سیدہ فاطمہؓ کے شوہر اور حضورؐ کے خلیفۂ چہارم تھے، آپ حضورؐ کی خدمت اور اسلام کی حمایت میں ہمیشہ پیش پیش رہے، حضورؐ نے آپ کو بھی جنتی ہونے کی خبر دے دی تھی، پھر بھی آپ آخرت کی باز پرس سے کتنے خائف رہتے تھے اس کا اندازہ آپ کے ایک دست ضرار اسدی کے بیان سے اچھی طرح ہوتا ہے۔ وہ آپ کی رات کی عبادت کے متعلق اپنا ذاتی مشاہدہ یوں بیان کرتے ہیں:

خوفِ آخرت سے گریہ وزاری

خدا کی قسم! میں نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بارہا دیکھا کہ جب رات ختم ہونے کو آتی تو وہ اپنی داڑھی ہاتھ میں لے کر اس طرح بے قرار ہو جاتے جیسے کوئی سانپ کا کاٹا ہوا بے قرار ہو جاتا ہے اور بڑی دردناک آواز میں روتے اور کہتے "اے دنیا! جا میرے سوا کسی اور کو فریب دے، تو میرے سامنے کیوں آتی ہے؟ مجھے کیوں اپنا شوق دلاتی ہے؟ یہ بات مجھ سے بہت بعید ہے، میں تجھے تین طلاقِ بائنہ دے چکا ہوں، میں ان سے رجوع نہیں کر سکتا۔ تیری عمر کم ہے، اور تیری قدر و منزلت بہت بے حقیقت ہے، آہ زادِ راہ کم ہے اور سفر طویل، اور راستہ وحشت ناک ہے۔۔۔۔۔۔"

عبرت پذیری

حضرت علی رضی اللہ عنہ ہر اس چیز سے جو آخرت کی یاد دلانے والی ہوتی انس رکھتے تھے۔ ایک دن آپ قبرستان میں بیٹھے تھے کسی نے

کہا "اے ابوالحسن! آپ یہاں کیوں بیٹھے ہیں؟"
فرمایا "میں ان لوگوں کو بہت اچھا ہم نشیں پاتا ہوں کسی کی بدگوئی نہیں کرتے اور آخرت کی یاد دلاتے ہیں۔" (خلفائے راشدین)

ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ قبرستان تشریف لے گئے وہاں پہنچ کر قبر والوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ اے مقبرہ والو! اے بوسیدگی والو! اے وحشت و تنہائی والو! کہو کیا خبر ہے؟ کیا حال ہے؟ ہماری خبر تو یہ ہے کہ تمہارے جانے کے بعد مال تقسیم کر لئے گئے، اور اولادیں یتیم ہو گئیں، بیویوں نے دوسرے شوہر کر لئے، یہ تو ہماری خبر ہے تم بھی کچھ اپنی خبر سناؤ۔"

اس وقت آپ کے ساتھ کمیل نامی ایک شخص تھے، وہ بیان کرتے ہیں۔ اس کے بعد حضرت علیؓ نے مجھ سے فرمایا "اے کمیل! اگر ان کو بولنے کی اجازت ہوتی تو یہ جواب دیتے کہ بہترین سر و سامان پرہیزگاری ہے"۔

اس کے بعد حضرت علیؓ رونے لگے، اور فرمایا "اے کمیل! قبر اعمال کا صندوق ہے، اور موت کے وقت بات معلوم ہوتی ہے" (کنز العمال)

آپ کی عادت تھی کہ جب نماز کا وقت آجاتا تو بدن پر لرزہ طاری ہو جاتا اور چہرے پر زردی چھا جاتی۔ کسی نے پوچھا۔ اسکی کیا وجہ ہے؟ فرمایا "اس امانت کی ادائگی کا وقت ہے جس کو اللہ جل شانہ نے آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر اتارا تو وہ اس کے تحمل سے عاجز ہو گئے اور میں نے اس کا تحمل کر لیا، اب دیکھنا چاہیئے کہ اسے پورے طور پر ادا کر پاتا ہوں یا نہیں؟"

آخرت کا خیال

حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے عہد خلافت میں بازاروں میں تشریف لے جاتے وہاں جو لوگ راستہ بھولے ہوتے انھیں راستہ بتاتے بوجھ ڈھونے والوں کے بوجھ اٹھا دیتے، کسی کے جوتے کا تسمہ ٹوٹ کر گر جاتا تو اسے اٹھا

کر دے دیتے اور یہ آیتِ کریمہ تلاوت فرماتے،

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝

ہم آخرت کا گھر ان لوگوں کو دیں گے جو زمین میں سرکشی اور فساد کرنا نہیں چاہتے اور عاقبت کی فلاح وسعادت صرف پرہیزگاروں کیلئے ہے۔

فکرِ آخرت کی تلقین

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی عمر کے آخری دنوں میں اپنے صاحبزادے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو ایک خصوصی وصیت فرمائی تھی، یوں تو پوری وصیت ہمارے لئے ایک مجموعۂ درس وموعظت ہے لیکن ہم یہاں اس وصیت کے انہیں حصوں کو نقل کر رہے ہیں جو فکرِ آخرت سے متعلق ہیں۔

حضرت امیر المومنین رضؓ فرماتے ہیں :-

"اس باپ کی طرف سے جو مرنے والا ہے، جس کی عمر ختم ہو رہی ہے جو حوادثِ دہر کے حوالے ہو چکا ہے اور آج تو اس دنیا میں موجود ہے پر کل یہاں سے کوچ کر جائے گا، اس اولوالعزم بیٹے کے نام جو انہیں لوگوں کی راہ چل رہا ہے جو مر چکے ہیں جو مصائب وآلام کا نشانہ ہے جو موت کا قرضدار بلکہ اس کا قیدی ہے غم واندوہ نے اس سے معاہدہ کر لیا ہے اور جو اہواء وخواہشاتِ نفس کا دشمن ہے،

میرے دل کے ٹکڑے! دنیا نے مجھے چھوڑ دیا ہے اور پیٹھ پھیر کر جا رہی ہے لیکن حوادثِ دہر کا سرکش گھوڑا ابھی میری مخالفت پہ آمادہ ہے۔ میں لمحہ بہ لمحہ آخرت سے قریب تر ہوتا جا رہا ہوں اس سے مجھے وہ عبرت ملی ہے جس نے مجھے دنیا کی ساری چیزوں سے بیزار کر دیا ہے

میرے لختِ جگر! سب سے پہلے میں تمہیں تقویٰ کی وصیت کرنا چاہتا ہوں، کہ زندگی کے تمام شعبوں میں تم خدا کی کامل اطاعت کو اپنا شعار بنا لو، ہر وقت اپنا قلب اس کی یاد سے تازہ رکھو اور اس کی رسی مضبوطی سے پکڑ لو اور پھر کس کی رسی اس سے زیادہ مضبوط اور

پائیدار ہو سکتی ہے؟ عبرت و موعظت کی غذا سے اپنے قلب کو زندہ رکھو، زہد و تقویٰ سے
اس کی حیوانیت ختم کر ڈالو، اس میں یقین کی قوت پیدا کرو، اور حکمت کا نور بھر دو۔ موت
کی یاد کی کثرت سے اسے تابع فرمان بناؤ پھر اسکی غفلت کا پردہ چاک کر دو، تاکہ وہ مصائب
و آلام کو دیکھے تو عبرت حاصل کرے، اسے گذرے ہوئے لوگوں کے حالات سناؤ اور جو قومیں
تم سے پہلے ہلاکت کی نذر ہو چکی ہیں ان کے دردناک افسانے پڑھو، ان کے گھروں میں جا کر ان کے
آثار و نشانات دیکھو، اور غور کرو کہ انھوں نے کتنی شاندار عمارتیں بنائیں اور عیش و عشرت
کے کتنے سامان فراہم کئے، لیکن یہ سب کچھ بے کار رہا، تم ہی بتاؤ، آج وہ کہاں ہیں
اب وہ اپنے اعزہ و اقربا اور وافر مال و دولت کو چھوڑ کر قبر کی تنہائیوں میں جا چکے ہیں اس
جگہ چلے گئے ہیں جہاں مال و دولت اور آل و اولاد کچھ بھی مفید مطلب نہیں ہوتے،

میرے نورِ نظر! تم اپنی نئی عمر سے دھوکہ نہ کھانا، موت کا کوئی ٹھکانا نہیں، تمہیں بھی
لامحالہ ایک دن وہیں جانا ہے اس لئے آج ہی اس کی فکر کرو، اور سفر سے پہلے زادِ سفر
فراہم کرلو۔ دنیا پر آخرت کو ترجیح دو۔

دل کے ٹکڑے! تمہارے سامنے دو راستے ہیں۔ ایک بہت ہی دشوار اور تنگ ہے
نوکیلے کانٹوں سے بھرا اور مصائب و آلام سے پُر ہے، اس میں خوشنما اور دلربا اشیاء
معدوم ہیں۔ عیش و عشرت کا نام نہیں۔ لیکن اس راہ کا راہی جنت میں پہونچے گا
اور خدا کی خوشنودی حاصل کرے گا۔ یہی خدا کا راستہ ہے۔!

دوسرا راستہ کشادہ ہے۔ سامانِ تفریح سے بھرا ہوا ہے، عیش و عشرت کی اشیاء
موجود ہیں۔ ہر طرح کی نعمتیں اور لذتیں ہیں غم و اندوہ کا نام ہی نہیں، تکلیفوں کا گذر
نہیں، لیکن اس کا انجام جہنم ہے، جس کا نام سنتے ہی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، یہ طاغوت
کا راستہ ہے۔ آج ہی اپنے لئے کوئی ایک راستہ متعین کر لو۔ انجام کا سوچ لو، ورنہ یقین
کرلو کہ موت کے بعد کوئی مفر نہ ہوگا۔ نہ دنیا میں لوٹنے کی گنجائش ملے گی پھر کفِ افسوس

حضرت عائشہ صدیقہؓ

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مرتبہ و مقام سے کون مسلمان ناواقف ہوگا، حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواجِ مطہرات میں آپ کو خاص تقرب و امتیاز حاصل تھا، آپکے گوناگوں ظاہری و باطنی محاسن و اوصاف کے باعث آنحضرتؐ آپ کو نہایت محبوب رکھتے تھے اور ہر طریقے سے آپ کی دلداری و نازبرداری فرماتے تھے، اس فضیلت کے علاوہ آپ طاعت و عبادت میں بھی نہایت مستعد اور سرگرم تھیں ان باتوں کے باوجود آپکے فکرِ آخرت کا یہ حال تھا کہ اکثر قیامت اور اس میں پیش آنے والے واقعات وحوادث کو یاد کرکے رو پڑتی تھیں،

ایک بار آپ اسی طرح آتشِ دوزخ کو یاد کر کے رو رہی تھیں، حضورؐ نے دریافت فرمایا۔ عائشہ! تم روکیوں رہی ہو ؟ — عرض کی :" مجھے دوزخ کی آگ کی یاد آگئی اسلئے رو رہی ہوں" اسی کے ساتھ حضرتِ عائشہؓ نے حضورؐ سے پوچھا۔ کیا قیامت کے دن حضورؐ اپنے اپنے اہل و عیال کو یاد فرمائیں گے ؟

حضورؐ نے جواب دیا۔ تین مقام پر کوئی کسی کو یاد نہیں کرے گا، اول میزان کے موقع پر، جب تک یہ نہ معلوم ہوجائے کہ اس کے (نیک اعمال کا) پلہ ہلکا ہوا یا بھاری؟ دوسرے اس وقت جب اس سے کہا جائے گا کہ یہ لو اپنا اعمال نامہ پڑھ لو، اور یہ نہ معلوم ہوجائے کہ وہ اس کے دائیں ہاتھ میں دیا گیا یا بائیں ہاتھ میں پیٹھ کے پیچھے سے، تیسرے اس وقت جب دوزخ کے اوپر پل صراط بچھایا جائے گا۔ (مشکواۃ بحوالہ ابوداؤد)

یہ تینوں ہی مواقع بڑے ہی نازک ہیں، سلامتی اور نجات اسی کیلئے ہے جس کا نیکیوں کا پلہ بھاری رہا۔ اور اس کا نامۂ اعمال اس کے داہنے ہاتھ میں دیا گیا، اور پل صراط سے بخیریت

گذر گیا، اس کے برعکس تینوں حالتیں ہلاکت و بربادی کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ انبیاء و صالحین کے صدقے میں ہم پر اپنا فضل فرمائے اور ہمیں ان ہلاکتوں سے بچائے۔

ذرا سوچئے۔ حضرت عائشہؓ کون ہیں؟ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چہیتی بیوی اور سراپا ایمان و عمل، اللہ کی رضا طلبی میں جینے اور مرنے والی، لیکن آخرت کا مرحلہ اتنا نازک ہے کہ حضورؐ نے ان کی تسکین و تسلی کے بجائے ان کی تنبیہہ ہی فرمائی۔

ایک روایت میں دجال کو یاد کر کے آپ کا فکر و غم سے رونا مذکور ہے۔ (سیرت عائشہ)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پوتے حضرت قاسم بن محمد بن ابوبکرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز صبح کے وقت میں اپنی پھوپھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ چاشت کی نماز پڑھ رہی تھیں۔ آپ کی زبان پر یہ آیت شریفہ تھی۔

فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقَانَا عَذَابَ السَّمُومِ (طور ع ۱)

اللہ نے ہم پر فضل فرمایا اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا لیا۔

آپ اس آیت کو دہراتی جاتی تھیں اور روتی جاتی تھیں، میں کچھ دیر تک تو آپ کے نماز سے فارغ ہونے کا انتظار کرتا رہا لیکن جب زیادہ دیر ہوئی تو میں نے سوچا کہ بازار کا کام کر تا آؤں، واپسی میں سلام عرض کرتا چلوں گا۔ میں بازار گیا اور وہاں کا کام کر کے واپس آیا تو دیکھا آپ اسی طرح آیت دہرا رہی ہیں اور رو رہی ہیں۔

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک بار حضرت عائشہ صدیقہ نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! جب سے آپ نے مجھ سے منکر نکیر کی سخت آواز اور قبر کے بھینچنے کا تذکرہ فرمایا ہے مجھے کسی چیز سے تسلی نہیں ہوتی اور قبر کا دھیان مجھے گھلاتا رہتا ہے،

یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے عائشہ! منکر نکیر کی آواز مومنوں کے کانوں کو ایسی اچھی لگے گی جیسے آنکھوں میں سرمہ اچھا لگتا ہے اور مومنوں کو قبر کا دبوچنا ایسا

(آرام دہ) محسوس ہوگا جیسے شفقت والی ماں سے بیٹا دردِ سر کی شکایت کرے اور ماں آہستہ آہستہ دبائے۔ لیکن اے عائشہ! اللہ کے معاملہ میں شک کرنے والوں کیلئے بڑی تباہی ہے، جانتی ہو وہ قبریں کیسے دبوچے جائیں گے؟ پھر خود ہی فرمایا۔ وہ اس طرح دبوچے جائیں گے جیسے بہت بڑا پتھر انڈے کو کچل ڈالے، (بیہقی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے خوفِ آخرت کا یہ حال تھا کہ اکثر فرمایا کرتیں۔ کاش میں ایک درخت ہوتی کہ ہر دم تسبیح کرتی رہتی اور آخرت کا کوئی مطالبہ مجھ سے نہ ہوتا۔ کاش میں مٹی کا ڈھیلا ہوتی! کاش میں پیدا نہ ہوتی تو اچھا تھا۔ کاش میں گھاس ہوتی!

آپ پر آخرت کی اتنی فکر طاری رہتی تھی کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت میں پیش آنے والی باتوں کے متعلق تشویش ناک سوالات کیا کرتی تھیں، خود بیان فرماتی ہیں کہ میں نے حضورؐ کو بعض نمازوں میں یہ دعا کرتے سنا۔

اَللّٰھُمَّ حَاسِبْنِیْ حِسَابًا یَّسِیْرًا	اے اللہ! مجھ سے آسان حساب لیجیو!

تو میں نے حضورؐ سے پوچھا۔ اے اللہ کے رسول! آسان حساب کی کیا صورت ہوگی؟

حضورؐ نے جواب دیا۔

ان ینظر فی کتابہٖ فیتجاوز عنہ انہ من نوقش فی الحساب یومئذٍ یا عائشۃ ھلک (مشکوٰۃ)	آسان حساب یہ ہے کہ خدا ایک شخص کے نامۂ اعمال کو دیکھے اور اس سے درگذر فرمائے اور اے عائشہ! جس کے حساب میں اس دن پوچھ گچھ ہوئی سمجھو وہ ہلاک ہو گیا۔

ایک دن حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ قیامت کے دن تمام لوگ برہنہ پا، برہنہ تن اور بغیر ختنہ کئے ہوئے اٹھائے جائیں گے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول! کیا مرد اور عورتیں ایک ساتھ (اس حال میں) اٹھائی جائیں گی؟ کیا ایک دوسرے کے برہنہ بدن کو دیکھتے ہوں گے؟ حضورؐ نے جواب دیا۔ اے عائشہ!

معاملہ اس سے کہیں زیادہ سخت ہوگا کہ لوگ ایک دوسرے کو دیکھیں۔ (مشکوٰۃ)
مطلب یہ ہے کہ اس وقت کے ہول اور پریشانی کا یہ عالم ہوگا کہ کسی کو بھی اپنے یا دوسرے کے تن بدن کا ہوش نہ ہوگا۔ سب کے اوپر نجات کی فکر سوار ہوگی۔

اکابرِ صحابہؓ کا خوفِ آخرت!

حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ

حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ قریش کے نہایت معزز خاندان سے تعلق رکھتے تھے، بارگاہِ رسالت سے آپ کو "امین الامت" کا خطاب عطا ہوا تھا۔ جہادِ شام کے سپہ سالارِ اعظم تھے، حضرت خالد بن ولید، حضرت یزید ابن ابی سفیان، حضرت عمرو ابن العاص، رضی اللہ عنہم جیسے اکابر قریش آپ کے ماتحت سپہ سالار کی حیثیت سے کام کر رہے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک آپ کا یہ مرتبہ تھا کہ اپنی رحلت کے وقت آپ نے فرمایا۔ کہ ابو عبیدہؓ زندہ ہوتے تو میں انھیں کو اپنا جانشین بناتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی زندگی ہی میں آپ کو جنت کی بشارت دے دی تھی، آپ کے خوفِ خدا اور مواخذہ آخرت کے اندیشے کا یہ حال تھا کہ معمولی معمولی واقعات آپ کے لئے سرمایۂ عبرت بن جاتے۔ خدا کی ہیبت وجلال کو یاد کر کے اکثر آپ کی آنکھیں نم ہو جاتی تھیں

دنیاوی سروسامان سے بے رغبتی ایک دفعہ ایک شخص آپ کے گھر آیا۔ دیکھا تو آپ زار و قطار رو رہے تھے،

اس نے متعجب ہو کر پوچھا۔ "خیریت تو ہے؟ آپ اس قدر رو کیوں رہے ہیں؟"
آپ نے فرمایا۔ ایک روز حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے آئندہ فتوحات اور تمول کا ذکر کرتے ہوئے شام کا تذکرہ فرمایا تھا، اور کہا تھا "ابو عبیدہ!

اگر اس وقت تمہاری عمر وفا کرے تو تمہارے لئے صرف تین خادم کافی ہوں گے۔ ایک خاص تمہاری ذات کیلئے ۔۔ ایک اہل وعیال کیلئے ایک سفر میں تمہارے ساتھ جانے کیلئے۔ اسی طرح سواری کے تین جانور کافی ہوں گے، ایک تمہارے لئے، ایک تمہارے غلام کے لئے اور ایک اسباب وسامان کیلئے۔ لیکن اب دیکھتا ہوں تو میرا گھر غلاموں سے اور اصطبل گھوڑوں سے بھرا ہوا ہے ـــــ آہ! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا منہ دکھاؤنگا حضور نے فرمایا تھا کہ میرے نزدیک سب سے زیادہ محبوب وہ ہوگا جو قیامت کے دن اسی حال میں مجھ سے ملے گا جس حال میں میں اسے چھوڑ جاؤں گا" (مہاجرین جلد اول)

اس سروسامان کے باوجود آپ کی زندگی کتنی مختصر اور قلیل تھی اس کا اندازہ ذیل کے واقعہ سے کیا جا سکتا ہے۔

بیت المقدس کی فتح کے موقعہ پر شہر کے عیسائی علماء واکابر نے اسلامی سپہ سالار سے درخواست کی کہ خلیفۂ اسلام تشریف لائیں ان کی موجودگی میں معاہدہ لکھا جائے اور ہم شہر کو مسلمانوں کے حوالے کر دیں، عیسائیوں کی اس درخواست کے مطابق حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیت المقدس تشریف لے گئے، شہر کی حوالگی کے بعد افسرانِ اسلام نے باری باری حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اپنے اپنے یہاں دعوت کی، اور ان کی خاطر و دلدہی کے خیال سے آپ سب کے یہاں تشریف لے گئے لیکن حضرت ابو عبیدہؓ نے آپ کو مدعو نہیں کیا۔ چنانچہ آپ نے ایک روز ان سے کہا "تمام افسروں نے میری دعوت کی لیکن آپ نے مجھے مدعو نہیں کیا"

حضرت ابو عبیدہؓ نے جواب دیا "میں نے اس خیال سے آپ کی دعوت نہیں کی کہ شاید آپ کو میرے یہاں آکر آنسو بہانے پڑیں"

حضرت عمرؓ نے فرمایا "نہیں، ایک روز اپنے یہاں میری دعوت کیجئے" چنانچہ ایک روز آپ نے حضرت عمرؓ کو اپنے یہاں مدعو کیا۔ فاروق اعظم رضی اللہ

جب فاتحِ شامؓ کے خیمہ میں تشریف لیگئے تو دیکھا کہ وہاں گھوڑے کے نمدے کے سوا کوئی چیز موجود نہیں ہے۔ یہی نمدا ان کا بستر تھا اور گھوڑے کی زین تکیہ، ایک طاق میں روٹی کے کچھ سوکھے ہوئے ٹکڑے پڑے تھے، فاتحِ شامؓ نے وہی ٹکڑے تھوڑا سا نمک اور مٹی کے گلاس میں پانی لاکر آپ کے سامنے زمین پر رکھ دیا،

یہ دیکھ کر حضرت عمرؓ کو بے اختیار رونا آگیا، آپ نے حضرت ابوعبیدہؓ کو سینے سے لگالیا، اور فرمایا "تمہیں میرے بھائی ہو تمہارے سوا میرے ساتھیوں میں اب کوئی نہیں رہا جس پر دنیا نے اپنا کچھ نہ کچھ جادو نہ کر دیا ہو۔ اور اس نے دنیا کا کچھ نہ کچھ فرانہ حاصل کیا ہو" حضرت ابوعبیدہؓ نے کہا "میں کہتا نہ تھا کہ آپ کو میرے یہاں آکر آنسو بہانا پڑیں گے" یہاں ہمارے لئے یہ بات قابلِ غور ہے کہ اتنے جلیل القدر صحابی اور ایسی بے لوث اور زاہدانہ زندگی گذارنے والے بزرگ بھی خوفِ آخرت سے بے نیاز نہ تھے۔

جہادِ شام کے اختتام پر غازیانِ اسلام میں طاعون کی وبا پھیلی جس میں بڑے بڑے اکابر صحابہ کا انتقال ہوا، حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ بھی بالآخر اس مرض میں مبتلا ہوئے ——— آپ نے اپنے مرض الموت میں اپنے ساتھیوں کے سامنے جو وداعی نصیحت فرمائی اس کے لفظ لفظ سے آخرت پسندی کا اظہار ہو رہا ہے۔ فرماتے ہیں۔

"لوگو! میں تمہیں وصیت کرتا ہوں اگر اس پر عمل کروگے تو زندگی میں اور مرنے کے بعد ہر حال میں فلاح پاؤگے، نماز قائم رکھنا، روزے رکھنا، زکوٰۃ دیتے رہنا، حج وعمرہ کرنا، آپس میں اتحاد و اتفاق سے رہنا اپنے افسروں سے مخلصانہ تعلق رکھنا، انھیں فریب نہ دینا، دنیا کے دام میں نہ پھنسنا، آدمی ہزار سال زندہ رہے لیکن ایک روز اس کا بھی یہی حال ہوگا جو آج میرا ہے، خدا نے انسان کیلئے موت لازم کردی ہے، کوئی ہمیشہ زندہ نہیں رہ سکتا، لوگوں میں سب سے بہتر وہی ہے جو اللہ کا سب سے زیادہ اطاعت گذار ہو اور آخرت کیلئے سب سے زیادہ عملِ صالح کرتا ہو"

(از فاتحِ شام)

حضرت معاذ بن جبلؓ

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بڑے پائے کے صحابی تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو یمن کا عامل (گورنر) بنا کر بھیجا تھا، جہاں آپ نے پورے دو برس تک نہایت خوش اسلوبی سے اپنے فرائضِ منصبی انجام دیئے۔ جس وقت آپ اپنے عہدے سے مستعفی ہو کر مدینے واپس آئے، آپ کی اہلیہ نے کہا "اتنے روز تک یمن کے عامل رہے میرے لئے کیا لائے؟

آپ نے جواب دیا "میرے ساتھ ایک نگہبان تھا اس وجہ سے تمہارے لئے کچھ ساتھ نہ لا سکا"۔

آپ کا مطلب یہ تھا کہ مجھے اللہ تعالے کا خوف اور آخرت کی بازپرس کا خیال دامن گیر رہا۔ جس کی وجہ سے میں نے سرکاری مال میں تصرف نہیں کیا۔

اہلیہ نے سمجھا کہ حضرتِ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کوئی آدمی دیکھ بھال کیلئے ان کے ساتھ بھیج دیا تھا، وہ اسی وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے گھر گئیں، اور ان سے شکایت کی، کہ "معاذ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم اور خلیفۂ رسول حضرت ابوبکر صدیق کی نظر میں امانت دار تھے، آپ نے ان کے ساتھ نگہبان کیوں بھیجا۔؟"

حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت معاذؓ کو بلوایا، اور ماجرا پوچھا۔ حضرت معاذؓ نے تمام حقیقتِ حال بیان کر دی حضرت عمرؓ ہنسنے لگے، اور انھیں کچھ رقم مرحمت فرمایا کہ اپنی اہلیہ کو دیدینا۔

حضرت معاذؓ جہادِ شام کے پرجوش مجاہدین میں تھے، اختتامِ جنگ کے بعد دوسرے اکابرِ صحابہ کی طرح آپ بھی طاعون کی وبا میں مبتلا ہو گئے۔ زندگی کی آخری گھڑیوں میں آپ کو کوئی فکر تھی تو وہ فکرِ آخرت تھی،

آخرت پسندانہ زندگی

وفات کی رات آپ نہایت بے چین تھے، بار بار پوچھتے تھے۔ دیکھو صبح ہوئی، لوگ کہتے تھے کہ ابھی نہیں ہوئی۔

جب صبح ہوئی اور خبر کی گئی تو فرمایا" اس رات سے خدا کی پناہ جس کی صبح جہنم میں داخل کرتی ہو، مرحبا! اے موت مرحبا، تو اس دوست کے پاس آئی جو فاقہ کی حالت میں ہے، الہیٰ! میں تجھ سے جس قدر ڈرتا تھا تجھ کو خوب معلوم ہے، آج میں تجھ سے بڑی امیدیں رکھتا ہوں میں نے کبھی دنیا اور درازیٔ عمر کو اس لئے پسند نہیں کیا کہ درخت بونے اور نہر کھودنے میں میں وقت صرف کرتا بلکہ اس کی غرض صرف یہ تھی کہ برائی اور بدی سے دور رہوں نیکی اور بھلائی کو فروغ دوں، اور ذکر کے حلقوں میں علماء کے پاس بیٹھوں"

وفات کا وقت قریب آپہنچا تو حضرت معاذ گریۂ وزاری میں مشغول تھے، لوگوں نے تسلی دی کہ آپ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں، اس کے علاوہ فضائل و محامد سے ممتاز ہیں۔ آپ کو رونے کی کیا ضرورت ؟

حضرت معاذؓ نے فرمایا" مجھے نہ موت کی گھبراہٹ ہے اور نہ دنیا چھوڑنے کا غم۔ مجھے عذاب و ثواب کا خیال ہے"

اسی حالت میں روحِ مبارک پرواز کرگئی ؛ (سیر الانصار)

جن کی خدا پرستانہ اور صالح زندگی ہمارے لئے اسوہ تھی وہ بھی اس طرح آخرت کا خوف لئے ہوئے دنیا سے گئے !

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ

حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف رضی اللہ عنہ ان خوش نصیب صحابہؓ میں تھے جن کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی زندگی ہی میں واضح لفظوں میں جنتی ہونے کی بشارت دے دی تھی، لیکن وہ بھی آخرت کی طرف سے بے پروا نہ تھے، چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے بیٹے حضرت ابراہیم کا بیان ہے کہ ایک روز میرے والد بزرگوار کے سامنے کھانا لایا گیا، اسی دن انھوں نے روزہ رکھا تھا، انھیں مسلمانوں کی تنگ حالی کے زمانے اور

ان صحابہؓ کی یاد آگئی جو تنگ حالی اور بے سروسامانی کی حالت میں شہید ہو گئے تھے، وہ کہنے لگے "مصعب بن عمیرؓ جنگِ احد میں شہید ہو گئے۔ وہ مجھ سے بہتر تھے، انھیں ایسی چادر میں کفنایا گیا، جس میں پورا بدن نہ ڈھنک سکتا تھا، ان کا سر ڈھانکا جاتا تو ان کے پیر کھل جاتے، پیر ڈھانکے جاتے تو سر کھل جاتا حضرت حمزہؓ شہید کئے گئے اور وہ بھی مجھ سے بہتر تھے،

اب ہمیں دنیا کی وسعت و فراغت دی گئی ہے، اس لئے ہمیں ڈر لگتا ہے کہ ہم نے جو نیک کام کئے ہیں کہیں ان کی جزا یہی چیزیں نہ ہوں جو ہمیں دنیا ہی میں عطا کر دی گئی ہیں۔" یہ کہہ کر وہ زار زار رونے لگے اور کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بہت بڑے تاجر تھے، اور آپ کا شمار دولت مند صحابہ میں تھا، مگر آخرت کے اسی خوف و احساس کا اثر تھا کہ وہ کاروبار اور دولت کی فراوانی کے باوجود دنیا میں ملوث نہ ہوئے، دنیا اور آخرت کے درمیان کس طرح اعتدال قائم رکھا جائے اور اس کا بہترین نمونہ صحابہ کرام کی زندگی میں ملتا ہے، اسلامی نظامِ زندگی کی یہی وہ خصوصیت ہے جو دوسرے نظاموں میں موجود نہیں ہے (سیر المہاجرین)

حضرت سلمان فارسیؓ

صحابہ کرامؓ میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کا درجہ نہایت بلند تھا، آپ کی پوری زندگی حق کی جستجو، دین کی خدمت، اور اللہ کی رضا جوئی میں گذری، پھر بھی آخرت کے خوف سے ہمیشہ لرزہ براندام رہتے تھے، جب یہ آیت نازل ہوئی۔

وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ — بے شک جہنم ان سب کے وعدہ کی جگہ ہے۔

تو اسے سن کر حضرت سلمانؓ نے ایک چیخ ماری اور سر پر ہاتھ رکھ کر بھاگے۔ اور پورے تین روز تک غائب رہے،

خوفِ آخرت نے آپ کو زہد وورع کے اس مقام پر پہنچا دیا تھا جس کے بعد رہبانیت کی حد شروع ہو جاتی ہے۔ آپ نے عمر بھر کبھی گھر نہیں بنایا، جہاں کوئی سایۂ دیوار یا درخت کی چھاؤں دیکھتے پڑ رہتے۔ ایک شخص نے اجازت چاہی کہ میں آپ کیلئے مکان بنوا دوں۔ فرمایا۔ مجھ کو اس کی حاجت نہیں، وہ بہم اصرار کرتا رہا اور آپ برابر انکار کرتے رہے، آخر میں اس نے کہا کہ "آپ کی مرضی کے مطابق بناؤں گا" فرمایا "وہ کیسے" عرض کیا۔ "اتنا مختصر کہ کھڑے ہوں تو سر چھت سے لگ جائے۔ اور اگر لیٹیں تو پیر دیواروں سے لگیں" فرمایا "خیر اس میں کوئی مضائقہ نہیں" چنانچہ اس نے ایک جھونپڑی بنا دی۔

مدائن کی گورنری کے زمانہ میں بھی جب کہ شان و شوکت اور خدم و حشم وغیرہ تمام لوازم آپ کیلئے مہیا ہو سکتے تھے آخرت کی فکر نے آپ کو ان دنیادی چیزوں سے آلودہ نہیں ہونے دیا، اس وقت بھی آپ کے لباس میں ایک عبا اور ایک معمولی سی جانگھیا اور ایک اونچا پاجامہ ہوتا تھا، رات میں اسی عبا کے آدھے حصے کو اوڑھتے تھے، اور آدھے کو بچھاتے تھے، اور دو اینٹیں جوڑ کر تکیہ بنا لیتے تھے، ضرورت کے وقت آپ اسی عبا میں لکڑیاں بھی جمع کرتے تھے،

ایک مرتبہ اسی امارت کے زمانے میں اس شان سے نکلے کہ سواری میں بلا زین کا گدھا تھا، لباس میں ایک تنگ اور چھوٹی قمیص تھی جس سے گھٹنے بھی نہ چھپتے تھے ٹانگیں کھلی ہوئی تھیں، لڑکے آپ کو اس ہیئت میں دیکھ کر پیچھے لگ گئے لوگوں نے یہ طوفانِ بدتمیزی دیکھا تو ڈانٹ کر ہٹایا کہ امیر کا پیچھا کیوں کرتے ہو۔؟

ایک دفعہ ایک فوجی دستہ کے افسر مقرر ہوئے۔ امارت کی شان و شوکت کا کیا ذکر، یہاں ایک معمولی سپاہی کی بھی وضع نہ تھی، چنانچہ فوجی نوجوان دیکھ کر ہنستے تھے اور کہتے تھے کہ یہی امیر ہیں۔!

ایک بار ایک شخص حضرت سلمانؓ کے یہاں گیا۔ دیکھا کہ وہ بیٹھے آٹا گوندھ رہے ہیں، پوچھا خادم کہاں ہے؟ بولے۔ کام سے بھیجا ہے، مجھ کو یہ اچھا نہیں

معلوم ہوا کہ اس پہ دو کاموں کا بوجھ ڈالوں، اس غیر معمولی سادگی کی وجہ سے لوگوں کو اکثر آپ پر مزدور کا دھوکہ ہوتا۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے جانور کیلئے چارہ خریدا۔ حضرت سلمان کھڑے تھے، ان سے کہا، اس کو گھر تک پہنچا دو، آپ اٹھا کر لے چلے، راستہ میں لوگوں نے دیکھا تو کہنے لگے، لائیے ہم پہنچا دیں، یہ حال دیکھ کر اس شخص نے پوچھا۔ یہ کون ہیں؟ لوگوں نے کہا۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ وہ سن کر بہت شرمندہ ہوا اور کہا۔ آپ تکلیف نہ کیجئے لیکن انھوں نے فرمایا۔ اس میں مجھے نیت کا ثواب ہے۔ اب میں اس بوجھ کو پہنچائے بغیر نہ مانوں گا۔

حضرت سلمانؓ کو پانچ ہزار تنخواہ ملتی تھی، اور آپ تیس ہزار نفوس پہ حکومت کرتے تھے، لیکن آپ جو کچھ تنخواہ پاتے پوری کی پوری حقداروں کو بانٹ دیا کرتے اور خود چٹائی بن کر گذارا کرتے تھے، اور چٹائی کی آمدنی کا بھی ایک تہائی اصل سرمایہ کیلئے رکھ لیتے، ایک تہائی بال بچوں پر خرچ کرتے، اور ایک تہائی خیرات کر دیتے،

حضرت ابو درداءؓ کی والدہ فرماتی ہیں کہ سلمانؓ ایک مرتبہ مدائن سے شام آئے۔ اس وقت وہ وہاں کے گورنر تھے مگر اپنی سادگی کیوجہ سے معمولی لباس اور ابتر حالت میں تھے، ان سے کہا گیا کہ آپ نے اپنے کو اس قدر ابتر کیوں بنا رکھا ہے؟ فرمایا آرام و راحت تو صرف آخرت کیلئے ہے۔

آپ فرماتے تھے، مجھے تین آدمیوں پر بڑا تعجب ہوتا ہے، ایک وہ جو دنیا کی طلب میں پڑا ہوا ہے اور موت اسے طلب کر رہی ہے۔ دوسرا وہ جو موت سے غافل ہے، حالانکہ موت اس سے غافل نہیں ہے، تیسرا وہ جو قہقہہ مار کر ہنستا ہے اور نہیں سمجھتا کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہے یا ناراض!

ایک بار فرمایا۔ تین چیزیں مجھے اس قدر غمناک کرتی ہیں کہ میں رو دیتا ہوں

ایک تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کی جدائی۔ دوسری چیز قبر کا عذاب، اور تیسری چیز قیامت کا خطرہ،

ایک بار فرمایا۔ مومن کی مثال ایک مریض کی سی ہے۔ اور اس کے پاس طبیب موجود ہے جو مرض اور اس کے علاج سے بخوبی واقف ہے، مریض کو جب کسی ایسی چیز کی خواہش ہوتی ہے جو اس کیلئے مضر ہوتی ہے تو وہ اس کو روکتا ہے اسی طرح وہ برابر اس کی دیکھ بھال کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ بالکل تندرست ہو جاتا ہے۔

اسی طرح مومن کی خواہشات بھی بہت ہوتی ہیں، مگر اللہ تعالیٰ اس کو بری اور مضر خواہشات سے بچاتا رہتا ہے۔ تاآں کہ اسے موت آجاتی ہے اور وہ جنت کی تمام نعمتوں سے بہرہ ور ہوتا ہے، اگر وہ پہلے باز نہ رکھا گیا ہوتا تو اس کو یہ نعمتیں کیسے حاصل ہوتیں،

اکثر فرمایا کرتے کہ جو شخص دنیا میں خدا کیلئے انکسار و تواضع کا شیوہ اختیار کرتا ہے اسے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سر بلند فرماتا ہے۔

ایک دن آپ نے ایک شخص سے پوچھا "تمہیں معلوم ہے کہ قیامت کی تاریکیوں کی حقیقت کیا ہے؟" اس نے عرض کیا "مجھے علم نہیں ہے"

آپ نے فرمایا "یہ جو دنیا میں لوگ ایک دوسرے پر ظلم کرتے ہیں یہی قیامت میں تاریکی بن جائے گا، اور لوگوں کی نگاہوں کے سامنے ایسا گھٹا ٹوپ اندھیرا چھا جائیگا کہ انھیں راستہ نظر آنا دشوار ہو جائے گا"

ایک مرتبہ ایک شہر فتح ہوا، فتح کے بعد لوگ شہر میں داخل ہوئے تو کھانے پینے کی چیزوں کے بڑے بڑے ڈھیر موجود تھے، ایک شخص حضرت سلمانؓ کے پہلو میں چل رہا تھا، اتنا سامان دیکھ کر بولا "دیکھئے، اللہ تعالےٰ نے کیا کچھ عطا فرمایا ہے۔!"

اسکی یہ بات سن کر آپ نے فرمایا "کس بات پر مسرور ہو رہے ہو؟ - ہر ہر

دانہ کے ساتھ حساب کتاب کی جو ذمہ داری عائد ہے ذرا اس کا بھی تو خیال کرو۔"
آپ جو کام بھی کرتے اس کے متعلق آپ کو یہ اندیشہ لگا رہتا کہ کل خدا کے سامنے اس کا حساب دینا ہوگا، فرمایا کرتے تھے "قیامت کے ہولناک مناظر سے جی لرزتا ہے، خدا کے حضور پیشی کا خیال آتا ہے تو طبیعت بے چین اور دل غمگین ہو جاتا ہے، کیا معلوم جنت کی طرف جانا ہو یا آتش دوزخ کا ... غافل دنیا پر تعجب ہوتا ہے کہ موت اس کے تعاقب میں ہے اور وہ دنیا کی امیدوں اور آرزوؤں میں مست ہے، معلوم نہیں اللہ تعالے اس سے راضی ہے یا ناراض، لیکن کیسی عجیب بات ہے کہ پھر بھی وہ قہقہے لگا رہا ہے۔"
ایک موقع پر معزز ین قریش جمع تھے اور اپنے اپنے فضائل و مناقب بیان کر رہے تھے، لوگ منتظر تھے کہ دیکھیں حضرت سلمانؓ کیا کہتے ہیں، اس پیکر اخلاص و ایثار نے کہا۔
"بھائی: میں کس بات پر فخر کروں، آغاز کی جانب نظر ڈالتا ہوں تو دیکھتا ہوں ایک گندے اور نجس پانی سے پیدا ہوا ہوں، انجام کا خیال کرتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے ایک دن یہ جسم ایک گلی سڑی بدبو دار لاش کی شکل اختیار کرے گا، پھر اس کے بعد زندگی کے سارے اعمال ترازو میں تولے جائیں گے، اگر نیکیوں کا پلہ بھاری ہوا تو اللہ نے سرخ رو کیا ورنہ پھر وائمی ذلت وخواری سے سابقہ ہے۔
ایک جنگ کا واقعہ ہے، حضرت سلمانؓ سپہ سالاری کے عہدے پر فائز تھے، ہزاروں کی فوج آپ کے ماتحت تھی، لیکن آپ کی منکسر مزاجی کا یہ حال تھا کہ ایک گدھے پر سوار آگئے، مسلمانوں نے فرط عقیدت سے کہنا شروع کیا "سپہ سالار آگئے، سپہ سالار آگئے"
لیکن حضرت سلمانؓ اس دنیاوی قدر و عزت سے مستغنی تھے، ان کی نظر آخرت پر تھی، اپنی تعریف و توصیف سن کر فرمانے لگے "بھائی! آج کیا ہے، نیکی اور بدی کا فیصلہ تو آج کے بعد ہوگا،"
آپ کی شادی قبیلہ کندہ میں ہوئی، نکاح کے بعد جب وہ بیوی کے یہاں گئے تو دیکھا

دیواریں پردوں سے آراستہ ہیں، یہ آرائش انھیں بالکل پسند نہ آئی کہ لوگوں کے تن ڈھانکنے کا سامان دیواروں کی پوشش پر صرف کیا جائے۔ فرمایا۔ کیا اس گھر کو بخار ہے جو اسے کپڑے اوڑھائے گئے ہیں کہ ہوا نہ لگ جائے؟ یا مکہ معظمہ سے کعبہ ہٹ کر قبیلہ کندہ میں آگیا ہے، جہاں اس پر غلاف چڑھایا گیا ہے؟"

یہ کہہ کر آپ نے حکم دیا کہ تمام پردے دیواروں سے الگ کر دئے جائیں، جب تک ایک ایک کپڑا اتار نہ دیا گیا اور دیواریں صاف صاف نظر نہ آنے لگیں مکان کے اندر قدم نہ رکھا، صرف پردے کیلئے دروازے پر ایک کپڑا پڑا رہنے دیا، گھر کے اندر داخل ہوئے تو دیکھا کہ وہ بیشمار قیمتی سامان سے بھرا ہوا ہے، پوچھا " یہ سامان کس کا ہے؟"

کہا گیا " یہ آپ کا اور آپ کی بیوی کا ہے۔"

آپ نے فرمایا " میرے محبوب صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس کی وصیت نہیں کی ہے آپ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ دنیا میں تمہارے پاس اتنا ہی سامان ہونا چاہیئے جتنا ایک مسافر کے پاس راہ کی ضروریات کیلئے ہوتا ہے۔"

مرض الموت میں حضرت سعد بن وقاصؓ آپ کی عیادت کو گئے، تو آپ کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے، حضرت سعدؓ نے پوچھا " یہ رونے کا کون سا موقع ہے؟ آپ کو خوش ہونا چاہیئے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آپ سے راضی تھے، حوض کوثر پر حضورؐ سے اور دوسرے رفیقوں سے ملاقات ہوگی!

حضرت سلمانؓ نے جواب دیا " خدا کی قسم! میں موت سے نہیں ڈرتا نہ گھبراتا ہوں اور نہ دنیا کی کوئی حرص ہے، رونے کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عہد کیا تھا کہ ہمارا دنیاوی ساز و سامان ایک مسافر کے زاد راہ سے زیادہ نہ ہوگا حالانکہ میرے گھر میں اس قدر سانپ یعنی سامان ہیں۔

حضرت سلمانؓ نے جن چیزوں کو سانپ فرمایا تھا، وہ صرف تین چیزیں تھیں ایک

بڑا پیالہ، ایک لگن اور ایک طشت، بس! (سیر المہاجرین)

آپ کو معلوم ہے نا کہ حضرت سلمان رضؓ مجوسی النسل تھے؟ لیکن اسلام نے انکو کیا سے کیا بنادیا؟

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضؓ

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا شمار ممتاز صحابہ کرامؓ میں ہوتا ہے، آپ کی زندگی کا ابتدائی دور نہایت تنگدستی میں گذرا، لیکن جیسے جیسے فتوحات کا سلسلہ وسیع ہوتا گیا، آپ کی تنگدستی دور ہوتی گئی، آپ کی سرکردگی میں مختلف مہمیں سر ہوئیں، برسوں تک مختلف صوبوں کے حاکم رہے، لیکن آپ کے طرزِ زندگی میں کوئی فرق واقع نہ ہوا۔ نہ مال و دولت جمع کی، نہ ظاہری شان و شوکت سے واسطہ رکھا۔ جو زندگی عسرت میں تھی وہی فراخی میں رہی۔

گورنری کے بعد ایک مرتبہ مشہور صحابی حضرت ابوذر غفاری سے ملاقات ہوئی، ابوذر فقیر منش آدمی تھے، دنیا سے ان کو کوئی واسطہ نہ تھا، حضرت ابو موسیٰ "بھائی۔ بھائی" کہتے ہوئے دوڑ کر لپٹ گئے، لیکن حضرت ابوذرؓ باربار یہ کہہ کر ان کو اپنے سے دور کر دیتے تھے کہ اب تم میرے بھائی نہیں ہو۔ اب تم میرے بھائی نہیں ہو۔ اس منصب سے پہلے بھائی تھے؟ دوبارہ جب پھر ملاقات ہوئی تو حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ پھر پہلے کی طرح لپکے۔ انھوں نے کہا "ابھی ہٹے رہو پہلے میرے سوالوں کا جواب دو" پھر پوچھا "تم نے لوگوں پر حکومت کی ہے؟"

حضرت ابو موسیٰؓ نے کہا "ہاں"

کہا "عمارتیں تو نہیں بنوائیں؟ — زراعت تو نہیں کی؟ — جانور تو نہیں پالے؟" انھوں نے سب کا جواب نفی میں دیا۔ تو پھر ان سے دل کھول کر ملے۔

آپ میں خشیتِ الٰہی اور رقتِ قلب دونوں صفتیں موجود تھیں، خود بھی روتے اور دوسروں کو بھی رلاتے، بصرہ کے قیام کے زمانے میں ایک مرتبہ آپ نے خطبہ دیا۔ جس میں فرمایا۔ "لوگو! خوب روؤ! — اگر رونا نہ آئے تو کم از کم رونی صورت ہی بناؤ۔ کیونکہ دوزخی

(جنھوں نے اپنی دنیامیں کرگذاری ہوگی) اس قدر روئیں گے کہ آنسو خشک ہو جائیں گے پھر خون کے آنسو روئیں گے، آنسوؤں کی فراوانی کا یہ عالم ہوگا کہ اگر ان میں کشتیاں بہائی جائیں تو بہہ نکلیں"۔ (مہاجرین)

حضرت عتبہ بن غزوانؓ

آخرت پسندی کی تلقین حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ حضرت عمرؓ کے عہد مبارک میں البصرہ کی امارت پر فائز تھے۔ ان کو نہایت خدا ترس اور عبرت پذیر دل عطا کیا گیا تھا، ایک روز انھوں نے بصرہ کی جامع مسجد میں ایک خطبہ دیا جس میں ارشاد فرمایا۔

"صاحبو! دنیا رفتنی وگذشتنی ہے۔ اس کا بڑا حصہ گذر چکا ہے، اور اب صرف ریزش باقی ہے، جیسے کسی برتن کا پانی گرا دیا جائے اور اس کے بعد کچھ دیر تک اس سے پانی ٹپکتا رہے خبردار! تم یقیناً اس دنیا سے ایک ایسی جگہ منتقل ہونے والے ہو جس کو کبھی زوال نہیں تو پھر کیوں نہیں بہتر سے بہتر تحائف اپنے ساتھ لے جاتے ہو؟ مجھ سے بیان کیا گیا ہے کہ اگر پتھر کا کوئی ٹکڑا جہنم کے کنارے سے لڑھکایا جائے تو ستر برس میں بھی وہ اس گہرائی کو طے نہیں کر سکتا لیکن خدا کی قسم! تم اس کو بھر دو گے، کیا تم اس پہ تعجب کرتے ہو؟ خدا کی قسم! مجھ سے بیان کیا گیا ہے کہ جنت کے دروازے اس قدر وسیع ہونگے کہ چالیس سال میں اس کی مسافت طے ہو سکتی ہے لیکن ایک دن ایسا بھی آئے گا۔ جب کہ ان پر سخت اژدحام ہوگا۔

میں جب ایمان لایا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف چھ آدمی تھے، عسرت و ناداری کی یہ حالت تھی کہ درخت کے پتوں پر گذارا تھا، جس سے آنتوں میں زخم پڑ جاتے تھے، مجھے ایک دفعہ ایک چادر پڑی مل گئی جس کو چاک کر کے میں نے اور سعدؓ نے تہبند بنایا، لیکن آج ہم میں سے ہر ایک کسی نہ کسی شہر کا امیر ہے، میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں

کہ خدا کے نزدیک حقیر ہونے کے باوجود اپنے آپ کو بڑا سمجھوں، نبوت ختم ہو چکی ہے، انجام کار بادشاہت قائم ہوگی، اور تم عنقریب ہمارے بعد بادشاہوں کو آزماؤ گے۔" (مہاجرین ۲۹۵)

حضرت عمرو بن العاص رضؓ

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ مصر کے فاتح اور گورنر تھے، جہادِ شام میں بھی آپ نے بڑے بڑے کارنامے انجام دیئے تھے، آپ پر جب آخرت کا خیال غالب ہوتا اور خدا کا عذاب، یاد آجاتا تو آپ کی عجیب حالت ہو جاتی، لقیط کا بیان ہے کہ میں نے ایک دفعہ رات میں سنا۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نماز پڑھ رہے تھے اور رو رو کر کہہ رہے تھے، الٰہی! تونے عمروؓ کو مال دیا لیکن اگر تو چاہتا ہے کہ عمروؓ سے مال چھین لے اور اسے دوزخ کی آگ سے نجات دے دے تو عمرو راضی ہے، الٰہی! تونے عمروؓ کو حکومت دی لیکن اگر تو چاہتا ہے کہ اس سے حکومت چھین لے اور اسکو دوزخ کی آگ سے نجات دیدے تو وہ راضی ہے، اس سے حکومت چھین لے!"

مرض الموت میں گذشتہ واقعاتِ زندگی یاد کرکے رویا کرتے تھے، حضرت عبداللہ بن عباسؓ عیادت کو گئے اور حالت پوچھی تو جواب دیا "کیا پوچھتے ہو؟ دنیا کم بنائی، دین زیادہ بگاڑا، اگر اس کو بگاڑا ہوتا جس کو بنایا ہے اور اسے بنایا ہوتا جسے بگاڑا ہے تو یقیناً کامیاب ہوتا، اگر اس وقت کی آرزو فائدہ مند ہو سکتی ہے تو ضرور آرزو کرتا، اور اگر بھاگنے سے بچ سکتا تو ضرور بھاگ نکلتا، مگر اب منجنیق کی طرح زمین و آسمان کے درمیان معلق ہوں نہ ہاتھوں کے ذریعہ اوپر چڑھ سکتا ہوں نہ پاؤں کے سہارے نیچے اتر سکتا ہوں مجھے ایسی نصیحت کرو جس سے فائدہ پہنچے"

حضرت ابن عباسؓ نے مایوس کن جواب دیا تو فرمایا۔ اس وقت اسی برس سے زیادہ عمر ہو چکی ہے اور تم مجھے رحمتِ خداوندی سے مایوس کر رہے ہو؟ خدایا! ابن عباسؓ

مجھے تیری رحمت سے ناامید کر رہا ہے، تو ابھی مجھے یہاں تک تکلیف دے کہ تو مجھ سے راضی ہو جائے۔"

ابن شماسہ عیادت کو گئے تو دیوار کی طرف منہ پھیر کر رونے لگے، بیٹے نے دلاسا دیا، اور رسول اللہؐ کی بشارتیں سنائیں تو بولے "میرے پاس افضل دولت لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت ہے، مجھ پر زندگی کے تین دور گذرے ہیں، پہلے دور میں میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا سخت دشمن تھا، اس زمانہ میں مرجاتا تو یقیناً دوزخی ہوتا، پھر اللہ تعالےٰ نے مجھے اسلام کی توفیق دی، پھر مجھے اس دور میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی محبوب و محترم نظر نہ آتا تھا، اور انتہائی ہیبت و جلال کی وجہ سے میں حضورؐ کو نظر بھر کر دیکھ نہ سکتا تھا، اس دور میں مرجاتا تو یقیناً جنتی ہوتا، تیسرے دور میں میں نے مختلف قسم کے اعمال کئے، اب میں نہیں جانتا کہ میرا کیا حال ہوگا؟"

موت کے وقت باڈی گارڈ کو بلایا جس نے اقرار کیا کہ آپ کا سلوک بہت اچھا رہا فرمایا "اچھا تو اس کے بدلے میں یہ موت جو میرے سامنے کھڑی ہے اس کو دور کردو۔"

سب حیرت سے منہ تکنے لگے۔ پھر ہاتھ اٹھا کر بچشم نم دعا کی۔ خدایا! میں بری الذمہ نہیں ہوں کہ معذرت کروں، طاقتور نہیں ہوں کہ غالب آجاؤں اگر تیری رحمت نے دستگیری نہ کی تو میں تباہ ہو جاؤں گا۔"

بیٹے کے استفسار کے جواب میں کہا۔ "بیٹا! موت کی صفت تو ناقابل بیان ہے تاہم اسکی تھوڑی سی حقیقت بیان کرتا ہوں، مجھے یہ محسوس ہو رہا ہے کہ جبل رضوی میری گردن پر ٹوٹا پڑ رہا ہے، کھجور کے کانٹے میرے پیٹ میں بھرے ہوئے ہیں، گویا میری جان سوئی کے ناکے سے گذر رہی ہے۔"

حضرت ابو درداءؓ

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ ممتاز ترین صحابی تھے، تجارت کا پیشہ کرتے تھے، عبادتِ الٰہی سے خاص ذوق تھا، یہاں تک کہ تجارت، عبادت میں خلل انداز ہوئی تو اس کو ہمیشہ کیلئے خیرباد کہہ دیا، اور اس سے ایسے دل برداشتہ ہوئے کہ فرماتے۔ مجھے اب ایسی دوکان بھی پسند نہیں جس میں چالیس دینار یومیہ نفع ہو اور میں انھیں روزانہ صدقہ کرتا رہوں، اور میری نماز بھی قضا نہ ہو،

لوگوں نے اس کا سبب پوچھا تو فرمایا: "قیامت کے حساب کا خوف ہے"

ایک مرتبہ حضرت ابو درداء نے حضرت سلمان فارسیؓ کو جوان کے اسلامی بھائی تھے لکھا کہ آپ ارضِ مقدس (غالباً بیت المقدس) میں چلے آئیے۔

حضرت سلمانؓ نے ان کو جواب دیا کہ کوئی زمین انسان کو مقدس نہیں بناتی، بلکہ اس کو خود اس کا عمل مقدس اور متبرک بناتا ہے، ..... مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم کسی جگہ کے قاضی (جج) بنا دئے گئے ہو، اگر تمہارے فیصلوں سے لوگوں میں انصاف ہو تو بہت اچھا ہے اور اگر تم نام نہاد قاضی ہو تو ایسا نہ ہو کہ تمھیں اپنے فیصلوں کے باعث دوزخ میں جانا پڑے"

یحییٰ بن سعید بیان کرتے ہیں اس کے بعد ابو درداء کا یہ حال ہو گیا کہ جب دو آدمیوں میں فیصلہ کرتے اور فریقین واپس جانے لگتے تو ان پر ایک نظر ڈالتے اور فرماتے "واقعی میں نام نہاد قاضی ہوں۔ واپس آؤ اور اپنا معاملہ پھر بیان کرو۔ شاید مجھ سے فیصلہ میں غلطی ہو گئی ہو"

ایک روز حضرت ابو درداء خطبہ دینے کیلئے منبر پر کھڑے ہوئے تو فرمایا۔ میں اس روز سے بہت خوفزدہ ہوں جب خدا مجھ سے پوچھے گا کہ تم نے اپنے علم کے مطابق کیا عمل

کیا: قرآن مجید کی ہر آیت، پیکرِ شہادت بن کر نمودار ہو گی۔ پوچھا جائے گا کہ تم نے اوامر کی کیا پابندی کی؟ آیتِ آمرہ کہے گی کہ اس نے کچھ نہیں کیا۔ پھر سوال ہو گا کہ نواہی سے کہاں تک پرہیز کیا۔؟ آیتِ زاجرہ بولے گی۔ بالکل نہیں۔ لوگو: کیا میں اس وقت چھوٹ جاؤں گا۔"

اللہ اللہ! مواخذۂ آخرت کا اتنا خوف و اندیشہ! یہ اسی طرح ڈرنے اور لرزنے کا معاملہ ہے، ان سطور کے کاتب اور قارئین کو بھی اپنی فکر کرنی چاہیئے۔ ہمارے سامنے بھی تو یہ معاملہ پیش آ کر رہنے والا ہے۔ یہ کوئی کہانی اور قصہ تو نہیں ہے۔ اے اللہ! ہمارا کیا حال ہو گا؟ ہم تجھ ہی سے اپنے اصلاحِ حال کی درخواست کرتے ہیں، ہمارا نفس بڑا قوی ہے اور اس کے مقابلے میں ہم نہایت ضعیف ہیں۔ اہمیں دنیا نے گھیر رکھا ہے

حضرت ابو درداء حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ شام میں آباد ہو گئے تھے، وہیں وفات پائی! وفات کے وقت، گریہ و زاری میں مصروف تھے، آپ کی اہلیہ ام درداء نے کہا: "آپ صحابی ہو کر روتے ہیں۔؟"

حضرت ابو درداءؓ نے فرمایا: "کیوں نہ روؤں؟ خدا معلوم گناہوں سے کیوں کر چھٹکارا ہو؟"

اسی حالت میں حضرت بلالؓ کو بلا کر فرمایا: "دیکھو، ایک دن تم کو بھی یہ معاملہ پیش آنا ہے اس دن کے لئے کچھ کر رکھنا"

موت کا وقت جب بالکل قریب آ گیا تو جزع و فزع کی کوئی انتہا نہ تھی، خوفِ الٰہی کا انتہائی غلبہ تھا، بیوی پاس بیٹھی تسکین دے رہی تھیں، شوہر سے کہا: "تم تو موت کو محبوب رکھتے تھے پھر اس وقت کیوں پریشان ہو؟"

فرمایا: "یہ سچ ہے، لیکن جس وقت سے موت کا یقین ہوا سخت پریشانی ہے۔"

یہ کہہ کر روئے، پھر فرمایا: "یہ میرا آخر وقت ہے، کلمہ پڑھاؤ"

چنانچہ لوگ کلمہ کی تلقین کرتے رہے اور حضرت ابو درداؓ اس کو دہراتے ہوئے دنیا سے رخصت ہوئے،

جو ایمان و اعمالِ صالحہ کے ساتھ صحبتِ نبوی سے فیضیاب ہوئے اور جن کی زندگی زہد و عبادت اور خشوع و خشیت الٰہی کا نمونہ تھی، ان کو آخرت کا اتنا خوف تھا، افسوس ہماری غفلت پر!

حضرت ابو ہریرہؓ

اشقیاء اصبحی شام میں رہتے تھے، ایکبار کسی ضرورت سے مدینہ منورہ آئے تو دیکھا ایک شخص کے گرد لوگ جمع ہیں۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ کون صاحب ہیں؟" لوگوں نے بتایا "ابوہریرہ"

آپ کا نام سن کر اشقیاء اصبحی بھی وہیں بیٹھ گئے، حضرت ابوہریرہؓ حدیث بیان فرما رہے تھے،

جب لوگ چلے گئے تو اشقیاء اصبحی نے آپ سے درخواست کی کہ آپ مجھے حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی کوئی ایسی حدیث سنائیے جسے آپ نے خود حضورؐ کی زبانِ مبارک سے سنا ہو اور اسے جانا اور سمجھا ہو"

حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا" میں تم سے ایسی ہی حدیث بیان کروں گا" یہ کہا اور چیخ مار کر بے ہوش ہو گئے۔ ہوش میں آئے تو بولے۔ میں تم سے ایسی حدیث بیان کروں گا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گھر میں بیان فرمائی تھی، اور اس وقت میرے اور آنحضرتؐ کے سوا کوئی تیسرا شخص موجود نہ تھا۔ یہ کہہ کر پھر چیخ ماری اور بیہوش ہو گئے۔ بے ہوشی دور ہوئی تو منہ پر ہاتھ پھیر کر کہا۔ میں تم سے ایک ایسی حدیث بیان کروں گا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی گھر میں بیان فرمائی تھی، اور وہاں میرے

اور آنحضرت کے سوا تیسرا کوئی نہ تھا" یہ کہہ کر پھر زور سے چیخے اور غش کھا کر منھ کے بل گر پڑے۔
اشتقیا اصبحی نے آپ کو سنبھالا، دیر کے بعد ہوش میں آئے تو بولے "حضرت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ قیامت کے دن جب اللہ تعالےٰ بندوں کے فیصلے کیلئے اترے
گا تو سب سے پہلے تین آدمی طلب کئے جائیں گے، قرآن کا عالم، خدا کی راہ میں شہید ہونیوالا،
اور مالدار، اللہ تعالیٰ عالم قرآن سے دریافت فرمائے گا۔ کیا میں نے تجھے قرآن کا علم نہیں دیا؛

وہ جواب دے گا "ہاں، اے اللہ!"

فرمائےگا "تو نے اس پر عمل کیا کیا؟"

وہ کہے گا "شب و روز اس کی تلاوت کرتا تھا"

اللہ تعالےٰ فرمائےگا "تو جھوٹا ہے۔ تو اس لئے تلاوت کرتا تھا کہ لوگ تجھ کو قاری کا خطاب
دیں، اور تجھے وہ خطاب مل گیا"

پھر مالدار سے سوال فرمائے گا "کیا میں نے تجھے صاحبِ مقدور بنا کر لوگوں سے بے نیاز
نہیں کر دیا تھا؟

وہ جواب دے گا "ہاں اے اللہ!"

خدا فرمائےگا "تو نے کیا کیا؟"

وہ کہے گا "میں صلہ رحمی کرتا تھا اور صدقہ دیتا تھا"

خدا فرمائے گا "تو جھوٹا ہے۔ اس سے تیرا مقصد یہ تھا کہ تو فیاض اور سخی کہلائے
اور لوگوں نے کہا"

پھر وہ شخص طلب کیا جائے گا جو راہِ خدا میں مارے جانے کا مدعی ہوگا، اس سے
پوچھا جائے گا کہ تو کیوں قتل کیا گیا؟

وہ جواب دے گا "تو نے اپنی راہ میں جہاد کا حکم دیا۔ اور میں تیری راہ میں لڑا اور
مارا گیا"

اللہ تعالیٰ فرمائے گا، تو جھوٹ بولتا ہے۔ تو چاہتا تھا کہ دنیا میں تو شجاع اور بہادر
کہلائے اور تجھے یہ کہا جا چکا۔"

یہ حدیث بیان کر کے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے زانو پر ہاتھ مارا
اور فرمایا۔ ابوہریرہ! سب سے پہلے انھیں تینوں سے جہنم کی آگ بھڑکائی جائے گی۔

پناہ۔ اے اللہ پناہ! خدایا ہمیں اخلاصِ نیت عطا فرما۔ خدایا! ہم ظالم ہیں۔
ہمیں معاف فرما۔ ہمیں نیتِ غیر سے محفوظ رکھ۔!

حضرت شفیاء اصبحی شام واپس گئے، اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے یہ واقعہ
بیان کیا تو وہ بہت روئے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی آخری بیماری میں موت کو یاد کر کے بہت روتے،
لوگ رونے کا سبب پوچھتے تو فرماتے "میں اس دنیا کی دلفریبیوں کے چھوٹنے پر نہیں روتا
بلکہ سفرِ آخرت کی طوالت، اور زادِ راہ کی قلت سے آنسو بہاتا ہوں۔ میں اس وقت دوزخ
و جنت کے نشیب و فراز کے درمیان ہوں، معلوم نہیں ان میں سے کس راستے پر جانا ہوگا۔"

آخرت کی اس فکر کا یہ نتیجہ تھا کہ بیماری کی حالت میں زندگی کی کوئی آرزو باقی نہ تھی
اگر کوئی تمنا تھی تو صرف یہ کہ جلد سے جلد یہ دار الابتلاء چھوڑ کر دار البقاء میں پہونچ جائیں۔
ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن عیادت کو گئے تو رواج کے مطابق ان کی صحت کیلئے دعا کی
انھوں نے کہا "خدایا! اب دنیا میں نہ لوٹانا" پھر ابوسلمہ کو مخاطب کر کے بولے "وہ
زمانہ بہت جلد آنے والا ہے جب انسان موت کو سونے کے ذخیرہ سے زیادہ پسند
کرے گا۔ اگر تم زندہ رہے تو دیکھو گے کہ جب آدمی کسی قبر پر گذرے گا تو تمنا کرے
گا کہ بجائے اس مردے کے وہ خود محوِ خواب ہوتا" (سیر الانصار)

حضرت ابوہریرہ رض ان مومنینِ صادقین میں سے تھے جن کا خدا اور آخرت پر
سچا یقین تھا، اور انھوں نے ابوسلمہ سے اپنے ہی جیسے اہلِ ایمان کے متعلق اپنے تاثرات

کا اظہار کیا تھا ورنہ ہم دنیا داروں کا یہ حال کہاں ؟ ہم اپنے ہی اعزہ و اقارب کو دفن کرنے جاتے ہیں جب بھی ہم کو کوئی عبرت حاصل نہیں ہوتی - !

اللہ تعالےٰ ہمیں آخرت کا سچا یقین عطا فرمائے اور دنیا میں آخرت پسندوں کی سی زندگی گذارنے کی توفیق بخشے،

حضرت ابوذر غفاریؓ

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ ان مخصوص صحابۂ کرامؓ میں سے تھے جن کو بارگاہِ نبوت میں خاص تقرب حاصل تھا، صحابہ میں دو قسم کے لوگ تھے ایک وہ جنھوں نے دین و دنیا کو بدرجہ کمال حاصل کیا دوسرے وہ جنھوں نے دنیا کو ٹھکرا دیا، اور محض آخرت کی نعمتوں پر قناعت کی حضرت ابوذرؓ اسی دوسری صنف میں تھے، وہ زہد و ورع، تقویٰ و پرہیزگاری، توکل و قناعت اور حق گوئی و بے باکی میں تمام صحابہؓ میں ممتاز تھے،

دنیا کی فکر نے آپ کو آخرت سے بالکل بے نیاز کر دیا تھا، حالانکہ یہ وہ زمانہ تھا جب قیصر و کسریٰ کے خزانے دار الخلافہ میں لدے چلے آرہے تھے، جگہ جگہ قصر و ایوان بن رہے تھے، عیش و عشرت کے سامان ہو رہے تھے، مگر ان میں سے کوئی چیز بھی اس آخرت کے مشتاق اور رضائے الٰہی کے طالب کو اپنی طرف متوجہ نہ کر سکی، زر و جواہر کے ڈھیر بھی اس کی نگاہوں میں خزف ریزوں سے زیادہ وقعت نہ رکھتے تھے، کبھی مال جمع نہیں کیا ضرورت سے جو کچھ فاضل بچا اس کو اسی وقت خرچ کر دیا، نقد مال جمع کرنے کے مسئلے میں حضرت ابوذرؓ کا نظریہ بڑا سخت تھا، آپ اکثر فرماتے تھے کہ جو شخص سونا چاندی تھیلیوں میں محفوظ رکھتا ہے وہ گویا انگارے رکھتا ہے

آپ کی زندگی بالکل سادہ اور فقیرانہ تھی، ان چند چیزوں کے علاوہ جو ایک جاندار کی زندگی کیلئے ناگزیر ہیں کبھی کوئی سا زو سامان نہیں رکھا،

ایک بار ابی مروان نے ان کو ایک پشمینہ کی چادر باندھے نماز پڑھتے دیکھا تو پوچھا کہ "ابوذر! کیا اس چادر کے سوا تمہارے پاس اور کوئی کپڑا نہیں ہے۔؟"

فرمایا۔ اگر اور کوئی کپڑا ہوتا تو تم اس کو میرے پاس دیکھتے نہ؟"

انھوں نے کہا۔ "کچھ دن ہوئے، تمہارے پاس دو کپڑے تھے:"

فرمایا۔ "ہاں۔ مگر وہ دونوں اپنے سے زیادہ حاجتمند کو دے دئے تھے:"

انھوں نے کہا۔ "تم تو خود اس کے زیادہ حاجتمند تھے:"

فرمایا۔ "خدا تم کو معاف کرے۔ تم دنیا کو بڑھانا چاہتے ہو تم کو نظر نہیں آتا کہ ایک چادر میں باندھے ہوئے ہوں دوسری کا مسجد کیلئے ہے، میرے پاس کچھ بکریاں ہیں جن کا دودھ پیتا ہوں، کچھ خچر ہیں جو باربرداری کے کام آتے ہیں، ایک خادم کھانا پکا کر کھلا دیتا ہے۔ اس سے زیادہ اور کیا نعمتیں درکار ہیں۔؟"

ایک مرتبہ آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے امارت کی خواہش کی، آپ نے فرمایا "تم ناتوان ہو اور امارت ایسا بار امانت ہے کہ اگر اس کے حقوق کی نگہداشت نہ کی جائے تو آخرت میں اس کیلئے رسوائی کے سوا کچھ نہیں ہے:"

اس فرمان کے بعد حضرت ابوذرؓ نے کبھی امارت کی خواہش نہیں کی اور ہمیشہ دنیا پر آخرت کو ترجیح دی،

آپ کی فقیرانہ زندگی کو دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔ "میری امت میں ابوذرؓ میں عیسیٰ بن مریمؑ جیسا زہد ہے:"

عمران بن حطان بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں ابوذرؓ کے پاس گیا، وہ مسجد میں تنہا بیٹھے ہوئے تھے، میں نے کہا۔ "ابوذر! تنہائی میں کیوں بیٹھے ہوئے ہو۔؟"

فرمایا۔ "میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ تنہائی برے ہمنشین سے بہتر ہے"

آپ نہایت رقیق القلب تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جب آپ کا

نام لیتے تو آنسوؤں کا دریا امنڈ آتا، احنف بن قیس کا بیان ہے کہ میں نے بیت المقدس
میں ایک شخص کو دیکھا کہ وہ مسلسل سجدے کر رہا ہے، اس سے میرے دل پر ایک خاص اثر
ہوا جب میں دوبارہ لوٹ کر گیا تو پوچھا۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ میں نے کتنی رکعتیں
پڑھیں؟

اس نے کہا: "اگر میں لاعلم ہوں تو خدا ضرور جانتا ہے۔" اس کے بعد کہا: "میرے
دوست ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو خبر دی ہے کہ....."

صرف اس قدر زبان سے نکلا تھا کہ وہ رونے لگا۔ پھر کہا: "میرے دوست
ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو خبر دی ہے....." ابھی بات پوری نہ ہوئی تھی کہ پھر
آنسو امنڈ آئے، آخر میں مکمل کر کہا: "میرے دوست ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
ہے کہ جو بندہ خدا کو سجدہ کرتا ہے خدا اس کا ایک درجہ بلند کرتا ہے اور اس کی ایک بدی
مٹا کر اس کی جگہ نیکی لکھ دیتا ہے۔"

میں نے پوچھا: "آپ کون ہیں؟"

فرمایا: "ابو ذر!..... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی۔" یہ سن کر میں اپنی
تقصیر پر بہت نادم ہوا۔

صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک زمانہ تھا۔ پھر بھی حضرت ابو ذرؓ نے ایک سنسان
مقام ربذہ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ ایک بار ایک بزرگ ان سے ملنے ربذہ گئے، تو ان
کی بیوی کو انتہائی خستہ حال پایا، حضرت ابو ذرؓ نے بیوی کی طرف اشارہ کر کے ان سے فرمایا۔
"اس عورت کو دیکھو۔ یہ مجھ سے کہتی ہے کہ عراق جاؤ۔ اگر میں عراق جاؤں تو عراق والے میرے
سامنے دنیا پیش کریں گے، حالانکہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا ہے۔
کہ دوزخ کے پل کے سامنے پر پھسلانے والا راستہ ہے۔ اور ہم سب لوگوں کو اس پر سے گذرنا
ہے۔" حضور کے اس ارشاد کے پیش نظر کیا یہ ضروری نہیں ہے کہ ہمارا بوجھ ہلکا ہو۔"

حضرت خبابؓ بن ارت

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ ایک روز کہنے لگے۔ ہم نے خدا کی رضا و خوشنودی کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی اور ہمارا اجر خدا کے ذمہ رہا۔ پھر ہم میں بعض تو ایسے تھے کہ مر گئے اور انھوں نے اپنے اجر کا کچھ بھی پھل نہ کھایا، لیکن بعض کا پھل پک گیا، اور وہ اسے توڑ کر کھا رہے ہیں۔ مصعب بن عمیرؓ جنگ احد میں شہید ہوئے اس وقت ہمیں ایک ایسی چادر کے سوا اور کوئی چیز میسر نہ آئی جس میں ہم ان کو کفناتے، ہم اس چادر سے ان کا سر ڈھانکتے تو ان کے دونوں پیر باہر نکل آتے، اور جب ان کے پیر ڈھانکتے تو سر باہر نکل آتا۔ آخر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ہم ان کا سر تو چادر سے ڈھانک دیں اور پیروں پر اذخر (ایک قسم کی گھاس) ڈال دیں۔

یہ خبابؓ کون تھے؟ جو مسلمانوں کی فراغت و خوشحالی کو دیکھ کر آخرت کے غم میں گھلے جاتے تھے، کہ یہ وسعت و فارغ البالی کہیں ہمارے اعمالِ حسنہ کا اجر نہ بن کر رہ جائے۔ اور ہم آخرت کی فلاح و کامرانی سے محروم نہ رہ جائیں۔ انھوں نے ہجرت ہی نہیں کی تھی، دعوتِ اسلام کے ان ابتدائی ایام میں مسلمان ہو گئے تھے جب ان کے سوا صرف چھ آدمی اسلام لائے تھے، آپ امّ انمار کے زر خرید غلام تھے، اس لئے قریش ان کو بے پناہ اذیتیں دیا کرتے تھے۔ ایک روز قریش نے کوئلے لال کر کے زمین پر بچھائے اور ان پر حضرت خباب کو چت لٹا دیا۔ اور ایک آدمی ان کے سینے پر پاؤں رکھ کے کھڑا رہا کہ کروٹ نہ بدلنے پائیں۔ اس حالت میں پیٹھ کے نیچے کے کوئلے پڑے پڑے ٹھنڈے ہو گئے۔ آپ کی پیٹھ میں برص کی طرح سفید داغ پڑ گئے۔ ان کو آخرت کی اتنی فکر تھی اور ہم کو کوئی فکر نہیں۔ آخر ہمارے پاس کیا ہے جس پر ہم اتنے مطمئن ہیں۔؟ کچھ نہیں۔ البتہ ہمارا عقیدۂ آخرت کمزور ہے، اور یہی سبب ہے ہماری غفلت کا اور یہ مصعب بن عمیرؓ جو دنیا سے اس حال میں اپنے رب کے حضور گئے، مکہ کے بڑے

ممتاز اور خوشحال گھرانے کے چشم وچراغ تھے، نہایت ہی خوبرو اور حسین جوان تھے، اس زمانے کی عمدہ سے عمدہ پوشاک زیب بدن کرتے تھے اور لطیف سے لطیف خوشبو استعمال میں لاتے تھے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کا ذکر کرتے تو فرماتے مکہ میں مصعب بن عمیر سے زیادہ کوئی حسین وخوش پوشاک اور نعمت پروردہ نہیں تھا، اسلام کے بڑے سخت دنوں میں مسلمان ہوئے اسلام لانے کے جرم میں ماں کا لاڈ پیار غیظ وغضب میں تبدیل ہو گیا، قید تنہائی کی سزا دی گئی، تکلیف واذیت نے زندگی دوبھر کر دی تو ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے، اب نہ شباب کی وہ رعنائیاں باقی رہیں اور نہ چہرے کا وہ آب ورنگ۔ نہ نفیس پوشاک نہ وہ لطیف خوشبو، اللہ کی راہ میں سب کچھ قربان ہو گیا، ایسا لگتا ہے خدا نے جنت ایسے ہی رضا جو بندوں کے لئے بنائی ہوگی، ہمیں کہیں اس میں ٹھکانہ مل گیا تو ایسے ہی خاصانِ خدا کا صدقہ ہوگا۔

حضرت سعید بن عامرؓ

حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ بڑے ہی زاہد اور متورع صحابی تھے، آپ عہدِ فاروقی میں حمص کی گورنری پر فائز تھے۔ لیکن اس کے باوجود خوفِ خدا اور مواخذہ آخرت نے آپ کو دنیا اور اس کے عیش وآرام سے بالکل برداشتہ خاطر بنا دیا تھا، کئی کئی دن گھر میں آگ نہ جلتی تھی، لوگ سمجھاتے کہ آپ اس قدر تکلیف کیوں اٹھاتے ہیں؟ لیکن آپ پر لوگوں کے سمجھانے کا کچھ اثر نہ ہوتا، آپ کی عسرت اور تنگدستی کی زندگی دیکھ کر ایک دفعہ کچھ لوگ وفد کی شکل میں آپ کے پاس گئے اور کہا کہ آپ پر اپنی جان کا بھی حق ہے، اور آپ کے اہل وعیال اور اعزہ واقربا کا بھی۔ اس لئے آپ کو ان کا بھی خیال رکھنا چاہیئے۔

سب کی باتیں سننے کے بعد آپ نے جواب دیا "میں کسی کی خاطر اپنی منزل کھوٹی نہیں کر سکتا۔ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فقراء ومساکین دولتمندوں سے ستر سال پہلے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔"

حکومت سے بچنے کی کوشش

لوگ حکومت و امارت کے خواہشمند رہتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ جس طرح بھی ممکن ہو حکومت کا کوئی عہدہ یا منصب انکے ہاتھ آجائے لیکن جن اللہ کے بندوں کو حکومت کی ذمہ داریوں کا احساس ہوتا ہے اور جو قیامت کے دن کی جوابدہی سے ڈرتے ہیں، وہ حکومت سے دور ہی رہنے کی کوشش کرتے ہیں حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کا بھی یہی حال تھا، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو حمص کی گورنری پر مامور کرنا چاہا تو انھوں نے بڑی عاجزی سے کہا "امیر المومنین! مجھے اس فتنہ میں نہ ڈالئے"

لیکن حضرت عمرؓ نے ان کی یہ معذرت قبول نہ کی، فرمایا "نہیں! خدا کی قسم! یہ نہیں ہو سکتا تم لوگوں نے میری گردن میں تو خلافت کی شدید ذمہ داریوں کا پٹہ ڈال دیا، اور خود علیحدہ رہنا چاہتے ہو۔ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا تم نے جب میرے سر پر بوجھ رکھا ہے تو اس کے اٹھانے میں بھی تمھیں شریک ہونا پڑے گا"

مجبوراً آپ نے اس عہدے کو قبول بھی کیا تو حالت یہ تھی کہ جو تنخواہ ملتی اس میں سے معمولی طور پر اہل وعیال کے کھانے پینے کا سامان خرید لیتے اور باقی تنخواہ خیرات کر دیتے، بیوی پوچھتیں کہ "تنخواہ کی اور رقم کیا ہوئی؟" آپ فرماتے ۔ "قرض دے دیا ہے"

قرآن مجید میں اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کو قرضِ حسنہ سے تعبیر کیا گیا ہے حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کی قرض دینے سے یہی مراد تھی ۔

مال و دولت سے پرہیز

ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ شام کے دورے پر تشریف لے گئے، حمص پہنچ کر وہاں کے سربرآوردہ لوگوں سے ملاقات کی، اور شہر کے فقراء و مساکین کی فہرست تیار کرنے کا حکم دیا، فہرست مرتب ہو کر سامنے آئی تو دیکھا سب سے اوپر حمص کے گورنر حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کا نام موجود ہے، آپ نے ازراہِ تعجب دریافت کیا "یہ سعید بن

عامر کون ہیں ؟"

لوگوں نے عرض کیا: ہمارے حاکم۔"

آپ کو اور بھی تعجب ہوا، فرمایا" ان کو سرکاری خزانے سے تنخواہ ملتی ہے وہ اس فہرست میں کیسے آسکتے ہیں ؟"

لوگوں نے عرض کیا" یہ درست ہے لیکن انھیں جو کچھ ملتا ہے اپنے دوسرے حاجتمندوں پر صرف کر دیتے ہیں، ان کی فیاضی کچھ باقی نہیں رہنے دیتی"

یہ سن کر حضرت عمرؓ رونے لگے، پھر یہ خط کے ساتھ ایک ہزار دینار حضرت سعید بن عامرؓ کے پاس بھیجے، اور قاصد سے کہا کہ انھیں میری طرف سے سلام کہنا اور کہنا کہ امیرالمومنین نے یہ رقم اس لئے بھیجی ہے کہ آپ اسے اپنی ضرورتوں پر خرچ کریں۔

قاصد نے حضرت سعید بن عامرؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر حضرت عمرؓ کے خط کے ساتھ تھیلی پیش کی، دیناروں پر نظر پڑی تو بے اختیار زبان سے نکل گیا" اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط"

آپ کی بیوی کچھ دور تھیں، ان کے کان میں آواز پڑی تو گھبرا کر بولیں" خیریت تو ہے، کیا خدانخواستہ امیرالمومنین کی وفات ہو گئی ؟"

فرمایا" نہیں، اس سے بھی بڑا حادثہ ہے۔"

بیوی نے پوچھا" کیا خدا کی کوئی نشانی نمودار ہو گئی ہے ؟"

فرمایا" اس سے بھی بڑا حادثہ پیش آیا ہے۔"

کہنے لگیں" کیا قیامت کے آثار نمودار ہو گئے ہیں ؟

آپ نے فرمایا" نہیں اس سے بھی بڑی بات ہو گئی ہے۔"

بیوی نے کہا" آخر کچھ بتلایئے بھی کہ معاملہ کیا ہے ؟"

Quote

گورو نانک ؟ رہیہ بھر دن ہمون ...

فرمایا۔ "یہ دیکھو۔ یہ میرے پاس دنیا آگئی ہے، ہائے میرے گھر میں فتنہ داخل ہو گیا ہے!"
نیک بخت بیوی نے سمجھایا: "آپ اس قدر پریشان کیوں ہیں؟ آپ کو اختیار ہے کہ جس طرح چاہیئے گا۔ اسے رضائے الٰہی پر صرف کرد یجئے گا۔"

اس بات سے دل کو ذرا تسلی ہوئی۔ رقم تھیلی میں باندھ کر ایک طرف رکھ دی، کچھ دنوں بعد ادھر سے مجاہدین کا گذر ہوا تو یہ ساری رقم ان کی ضرورتوں پر صرف کر دی۔ (مہاجرین)

مثالی زہد۔ بے داغ حکومت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عام طور پر اعلان کر دیا تھا کہ جن لوگوں کو اپنے حاکم سے کوئی شکایت ہو وہ اسے بے تامل میرے سامنے پیش کریں، چنانچہ ایک مرتبہ اہلِ حمص نے حضرت عمرؓ کی خدمت میں یہ شکایت پیش کی کہ سعید بن عامر نے اپنا معمول بنا رکھا ہے کہ جب تک کافی دن نہیں نکل آتا گھر سے باہر نہیں نکلتے، رات کے وقت کوئی پکارتا ہے تو جواب نہیں دیتے، اور مہینے میں ایک روز بالکل گھر سے باہر نہیں نکلتے۔"

حضرت سعید بن عامرؓ جیسے خدا ترس اور فرض شناس شخص کی نسبت یہ شکایتیں سن کر حضرت عمرؓ کو بہت تعجب ہوا، آپ نے دریافتِ حال کیلئے ان کو مدینہ منورہ طلب فرمایا، وہ حاضر ہوئے تو حضرت عمرؓ نے دل ہی دل میں خدا سے دعا کی کہ اے اللہ! سعید کے بارے میں میرے نیک گمان کو غلط ثابت نہ کرنا، پھر اہلِ حمص سے کہا کہ وہ اپنی شکایتیں پیش کریں،

لوگوں نے شکایتیں بیان کیں، حضرت عمرؓ نے پوچھا "سعید! ان شکایتوں کا تمہارے پاس کیا جواب ہے؟" — حضرت سعید بن عامرؓ نے کہا۔ خدا کی قسم! مجھے ان چیزوں کا تذکرہ پسند نہ تھا، لیکن اب اس کے بغیر چارہ بھی نہیں، میں صبح اس لئے دن چڑھے باہر نکلتا ہوں کہ میرے پاس کوئی خادم نہیں ہے، جو گھر کے کاموں میں مجھے مدد دے، اور میری اہلیہ تمام کام انجام نہیں دے سکتی، اس لئے صبح کے وقت میں اپنے ہاتھ سے آٹا گوندھتا ہوں

پھر خمیر اٹھنے کا انتظار کرتا ہوں، اس کے بعد روٹی پکاتا ہوں، پھر ہاتھ منہ دھوکر لوگوں کی خدمت کیلئے باہر نکل جاتا ہوں" ـــــ دوسری شکایت کے جواب میں کہا۔ کہ میں اس بات کو بھی ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن مجبوراً اس کا اظہار کرنا پڑ رہا ہے حقیقت یہ ہے کہ میں نے دن کو مخلوق کی خدمت کیلئے وقف کیا ہے اور رات کا وقت اللہ کی عبادت و بندگی کیلئے خاص کر دیا ہے"

تیسری شکایت کے جواب میں فرمایا۔ میرے پاس کوئی خادم نہیں ہے جو میرے کپڑے وغیرہ دیا کرے، نہ میرے پاس دو کپڑے ہوتے ہیں جنھیں میں بدل لیا کروں اس لئے میں مہینے میں ایک بار اپنے میلے کپڑے دھوتا ہوں اور وہ سوکھ جاتے ہیں تو پہن کر باہر نکلتا ہوں اس طرح دن کا بڑا حصہ گذر جاتا ہے اور میں کسی سے مل نہیں سکتا"۔

حضرت سعید بن عامرؓ کا جواب سن کر حضرت عمرؓ کا چہرہ خوشی سے دمک اٹھا، آپ نے خدا کا شکر ادا کیا۔ اور فرمایا۔ "سعید بن عامرؓ کے متعلق میری بصیرت نے غلطی نہیں کی"۔

آخرت ساز زندگی!

ایکبار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعید بن عامرؓ کے پاس ایک ہزار دینار بھیجے اور کہلا دیا کہ ان کو اپنی ضرورتوں پر خرچ کریں۔ بیوی نے یہ رقم دیکھی تو بہت خوش ہوئیں۔ بولیں "۔ اس رقم میں سے ایک غلام خرید لیا جائے تاکہ گھر کے کام کاج میں ہمیں آسانی میسر آجائے"۔

حضرت سعید بن عامرؓ نے فرمایا۔ میں تمھیں اس سے بھی اچھی بات نہ بتاؤں؟ ہم یہ رقم ان لوگوں کو تقسیم کردیں جو ہم سے بھی زیادہ محتاج و پریشان حال ہیں"۔

بیوی بھی اللہ والی تھیں، اس بات پر رضا مند ہوگئیں، حضرت سعید بن عامرؓ نے ایک قابل اعتماد شخص کو بلاکر یہ رقم دی، اور فرمایا "جاکر اس رقم کو فلاں فلاں بیوہ، یتیم، بیمار اور مسکین کو تقسیم کردو"۔ تقسیم کے بعد کچھ رقم بچ گئی، حضرت سعید بن عامرؓ نے اسے اپنی اہلیہ کو دے کر فرمایا۔ "اسے خرچ کر ڈالنا"۔

بیوی نے کہا۔ "ہم اس رقم میں سے ایک خادم کیوں نہ خریدلیں ؟"
آپ نے فرمایا۔ اسے رکھے رہو۔ تمہارے پاس تم سے بھی زیادہ حاجتمند آئیں گے انھیں دے دینا۔"

یہ تھے آخرت پر سچا یقین رکھنے والے! اور دنیا میں آخرت کیلئے جینے والے، جن کو دنیا اپنی ہزار رنگینیوں اور نازآفرینیوں کے باوجود اپنی طرف مائل کرنے میں کامیاب نہ ہوسکی۔

حضرت عمیر بن سعدؓ

حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ خدا سے بہت ڈرنے والے اور آخرت کا بڑا خوف رکھنے والے صحابی تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمیر بن سعد کو زکوٰۃ کی وصولی کا افسر مقرر کرکے حمص بھیجا، ان کو حمص گئے ہوئے ایک سال کا زمانہ گذر گیا لیکن انھوں نے اپنے متعلق دربار خلافت کو کوئی اطلاع نہیں دی، آخر حضرت عمرؓ نے انھیں خط لکھا اور تاکید کی کہ اب تک جو رقم وصول ہوئی ہو اسے اپنے لیکر مدینہ حاضر ہوں۔

حضرت عمیرؓ نے زادِ راہ کا تھیلا کندھے پر ڈالا۔ ہاتھ میں اپنا ڈنڈا لیا، اور حمص سے پیادہ پا چل پڑے مدینہ منورہ پہونچے تو حالت یہ تھی کہ بال بڑھ گئے تھے، چہرہ غبار سے اٹ گیا تھا اور جسم کا رنگ متغیر ہوگیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا "تمھارا یہ کیا حال ہے ؟"

حضرت عمیرؓ نے جواب دیا "امیر المومنین! دیکھ رہے ہیں کہ بالکل اچھا خاصہ ہوں اور میرے ساتھ دنیا ہے جسے کھینچ رہا ہوں۔"

حضرت عمرؓ نے فرمایا "آخر تمھارے پاس کیا ہے ؟"

عرض کیا "یہ میرا تھیلا ہے جس میں میری زادِ راہ ہے، میرا پیالہ ہے جس میں کھانا کھاتا ہوں۔ اور جس سے اپنا سر اور کپڑے دھوتا ہوں، ایک چھوٹا سا مشکیزہ ہے جس میں

وضو اور پینے کا پانی رکھتا ہوں، ایک ڈنڈا ہے جس سے ضرورت کے وقت دشمن کا مقابلہ کرتا ہوں، آخر انھیں چیزوں کا نام تو دنیا ہے۔"

حضرت عمرؓ نے دریافت کیا "کیا تم پیدل آئے ہو؟"

انھوں نے عرض کیا "جی ہاں!"

فرمایا "کیا وہاں کوئی ایسا نہ تھا جو تمہارے لئے سواری کا انتظام کر دیتا۔؟"

کہا "نہ میں نے ان سے سوال کیا۔ اور نہ انھوں نے سواری کا انتظام کیا۔"

حضرت عمرؓ نے فرمایا "وہ مسلمان کتنے برے ہیں جن کے پاس سے تم آئے ہو۔"

حضرت عمیرؓ نے کہا "امیر المومنین! خدا سے ڈریے اس لئے آپ کو مسلمانوں کی غیبت کرنے سے منع فرمایا ہے۔ وہ لوگ مسلمان ہیں، میں نے ان کو نماز پڑھتے دیکھا ہے۔"

حضرت عمرؓ نے سوال کیا "تمھیں معلوم ہے میں نے تمھیں کہاں بھیجا تھا اور کس غرض سے بھیجا تھا؟"

جواب دیا "آپ نے مجھے جہاں بھیجا تھا وہاں گیا، وہاں کے نیک لوگوں کو جمع کیا۔ اور انھیں محاصل کی وصولی کیلئے مقرر کیا۔ اور وہ جو کچھ وصول کر کے لے آئے اسے ان کی ضرورتوں پر خرچ کر دیا، اگر آپ اس کے مستحق ہوتے تو میں آپکے پاس بھی اس میں سے لے آتا۔"

حضرت عمرؓ ان کے جواب سے بہت خوش ہوئے اور چاہا کہ انھیں ان کے منصب پر قائم رکھیں لیکن وہ مواخذۂ آخرت کے اندیشے کے سبب اس منصب کو قبول کرنے پر تیار نہ ہوئے انھوں نے عرض کیا۔ امیر المومنین! اب میں اس کام سے معافی چاہتا ہوں، نہ آپکے زمانے میں یہ ذمہ داری قبول کروں گا اور نہ آپ کے بعد کیونکہ ہزار احتیاطوں کے باوجود خدا کے مواخذہ سے امن نہیں ہے۔ میں نے بہت کوشش کی کہ حکمرانی کی بو سے اپنے کو محفوظ رکھوں لیکن ایک دن ایک نصرانی کیلئے میرے منھ سے نکل ہی گیا، کہ اللہ تجھے خوار کرے"، اس کے بعد

اجازت چاہی اور اپنے گھر چلے گئے، جو مدینہ منورہ سے چند میل کے فاصلے پر تھا۔
ان کے جانے کے بعد حضرت عمرؓ نے ایک شخص کے ہاتھ سو دینار انکے یہاں بھیجے اور
کہا اگر ان کی حالت سے اطمینان و فراغت کا اظہار ہو رہا ہو تو چپ چاپ واپس چلے آنا
اور اگر ان کی حالت سے عسرت و تنگدستی ظاہر ہو تو یہ رقم ان کو دے دینا۔
جس وقت حضرت عمرؓ کا آدمی حضرت عمیرؓ کے پاس پہونچا، وہ دیوار کے سہارے بیٹھے
اپنے کرتے سے جوں صاف کر رہے تھے۔ بولے، تشریف رکھئے، کہاں سے آرہے ہیں؟"
قاصد نے جواب دیا" مدینہ سے آرہا ہوں"
پوچھا" امیر المومنین کا کیا حال ہے؟"
کہا" اچھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے احکام و قوانین کا اجراء و نفاذ کر رہے ہیں"
یہ سن کر حضرت عمرؓ کے حق میں دعا کی کہ" اے اللہ! عمرؓ کی مدد کر، وہ تیری محبت میں
بہت سخت ہیں"
قاصد نے تین دن تک ان کے یہاں قیام کیا۔ ان کی معاشی حالت یہ تھی کہ مشکل
سے روٹی کی ایک ٹکیہ میسر ہوتی تھی، جسے وہ مہمان کے آگے رکھ دیتے اور خود فاقے سے رہ جاتے۔
قاصد نے تین دن کے بعد دینار نکال کر پیش کئے اور کہا" لیجئے امیر المومنین نے
آپ کی ضرورت کیلئے بھیجے ہیں"
حضرت عمیرؓ یہ سن کر چیخ پڑے اور فرمایا" مجھے اسکی ضرورت نہیں" اور وہ ساری رقم
محتاجوں اور یتیموں کو تقسیم کر دی۔
یہ رنگ دیکھ کر قاصد مدینہ منورہ آیا، اور حضرت عمرؓ کو سارا حال سنایا، حضرت عمرؓ
نے حضرت عمیرؓ کو اپنے پاس بلوایا۔ اور انھیں بہت سا غلہ اور دو کپڑے دینے چاہے،
انھوں نے غلہ قبول نہیں کیا، عرض کی" امیر المومنین! مجھے اسکی ضرورت نہیں دو صاع (تقریباً

سات سیر، جو گھر پر چھوڑ آیا ہوں، البتہ کپڑے لے لئے۔ کہا تو میری بیوی برہنہ ہے، اس کے پاس تن پوشی کیلئے کوئی کپڑا نہیں ہے"!

اس واقعہ کے تھوڑے ہی دنوں بعد حضرت عمیرؓ کا انتقال ہوگیا، حضرت عمرؓ کو خبر ہوئی تو آپ کو بہت صدمہ ہوا، آپ پیادہ پا گورستان بقیع فرقد تشریف لے گئے، جس میں حضرت عمیرؓ دفن کئے گئے تھے، ان کیلئے رحمت و مغفرت کی دعا کی، اور فرمایا "کاش! مجھے عمیر بن سعد کی طرح کوئی آدمی ملتا اور میں اس سے مسلمانوں کے معاملات کی انجام دہی میں مدد لیتا"

حضرت حذیفہ بن الیمانؓ

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ بڑے پائے کے صحابی تھے، عہدِ فاروقی میں نہاوند کی جنگ میں مجاہدینِ اسلام کی امارت کے منصب پر مامور تھے، اور نہاوند انھیں کے ہاتھ پر فتح ہوا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں ایران کے پایۂ تخت مدائن کا حاکم مقرر کیا تھا لیکن اس اعلیٰ عہدے پر فائز ہونے کے باوجود آپ انتہائی زاہدانہ اور منکسرانہ زندگی گذارتے تھے، فکرِ آخرت اور خوفِ خدا نے دنیا کے کروفر اور عیش و آرام کو انکی نظروں میں بالکل ہیچ بنا دیا تھا۔

حضرت حذیفہؓ نے بحیثیت حاکمِ مدائن میں ورود فرمایا تو حالت یہ تھی کہ آپ ایک خچر پر سوار تھے، جس پر زین بھی نہ تھی، صرف ایک پھٹا پرانا جامہ پڑا ہوا تھا، آپ کے ایک ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا تھا دوسرے میں گوشت کی ہڈی، اہلِ مدائن کو خبر ہو چکی تھی، کہ آج مدائن کے اسلامی حاکم تشریف لا رہے ہیں اس لئے اکابرِ شہر آپ کے استقبال کیلئے شہر سے باہر کھڑے آپ کا انتظار کر رہے تھے، آپ آئے اور ان کے سامنے سے گذر گئے، لیکن لوگوں کے تصور میں بھی یہ بات نہ گذری کہ والئی مدائن ان کے سامنے سے گذر گئے، تصور میں آنے کی بات بھی نہ تھی، اہلِ ایران نے کسی حاکم کے ورود کا یہ نظارہ کب دیکھا تھا،

جب کافی وقت گذر گیا تو انھوں نے مسلمانوں سے دریافت کیا کہ تمہارے والیٔ شہر آنے والے تھے ان کی سواری کیوں نہیں آئی؟ مسلمانوں نے بتایا کہ وہ تو ابھی تمہارے سامنے سے گذرے ہیں، یہ سن کر اکابر شہر لپک کر حضرت حذیفہ بن الیمانؓ کے پاس پہونچے، آپ کے ہاتھ میں ایک روٹی کا ٹکڑا اور گوشت کی ہڈی تھی، آپ نے اسی کو لوگوں کی طرف بڑھا دیا، بھلا اہلِ شہر ایسے ٹکڑے کو حلق سے کیوں کر اتار سکتے تھے؟ ازراہِ احترام اسے لے تو لیا مگر نگاہ بچا کر ایک طرف پھینک دیا،

حضرت عمرؓ جس شخص کو کہیں کا حاکم مقرر کرتے تھے اس کے فرمانِ تقرری میں اپنے احکام اور اس کے فرائض درج کر دیتے تھے لیکن حضرت حذیفہؓ کے نام جو فرمان تھا اس میں اہلِ مدائن کے نام یہ ہدایت درج تھی کہ انکا حکم سنو اور انکی اطاعت کرو۔ اور جو کچھ مانگیں ان کو دو۔

اکابرِ مدائن کے سامنے یہ فرمان پڑھا گیا، تو ہر طرف سے یہ آوازیں بلند ہوئیں کہ آپ اپنی ضرورتیں بیان کیجئے تاکہ ہم ان کو پورا کریں، حضرت حذیفہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے قدم بہ قدم چلنے والے تھے۔ دنیا کے عیش و آرام کو آپ نے کبھی وقعت نہ دی تھی، آپ کی نظر ہمیشہ آخرت پر رہتی تھی،

آپ نے فرمایا "مجھے صرف اپنے پیٹ کیلئے کھانا اور گدھے کیلئے چارہ چاہئے ہیں جب تک یہاں رہوں گا مجھے اس سے زیادہ کسی چیز کی ضرورت نہ ہوگی"

اسی مدائن کی حکومت کے زمانے میں آپ نے ایک بار پینے کیلئے پانی مانگا، ایک رئیس نے چاندی کے برتن میں پانی لا کر دیا، حضرتِ حذیفہؓ کی شانِ فقر اس تکلف کو کب گوارا کر سکتی تھی، اس رئیس کو آپ اس سے پہلے بھی منع کر چکے تھے، اس لئے سمجھانے کے بجائے آپ نے جھنجھلا کر اسے پیالہ کھینچ مارا، ایک زمانے تک اسی فقر و سادگی کے ساتھ مدائن کی حکومت اور درحقیقت حکومت نہیں بلکہ رعایا کی خدمت انجام دیتے رہے

پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں مدینہ طلب فرمایا۔ تو اسی شان سے مدائن سے روانہ ہو گئے، آپ حضرت عمرؓ کو اپنی آمد کی اطلاع دے چکے تھے۔ حضرت عمرؓ ان کے راستہ میں چھپ کر ایک جگہ کھڑے ہو گئے۔ حضرت حذیفہؓ پاس سے گذرے تو دیکھا حکومت و امارت نے ان پر اپنا کوئی اثر نہیں ڈالا ہے، وہ جس حال میں مدینہ سے گئے اسی حال میں واپس آئے ہیں، حضرت عمرؓ اپنی جگہ سے نکل کر ان کے سامنے آئے اور فرطِ محبت سے لپٹ گئے بولے: "حذیفہ! تم میرے بھائی ہو اور میں تمہارا بھائی ہوں"۔

حضرت حذیفہؓ کو فقر و فاقہ بہت محبوب تھا، حاکم ہوتے ہوئے بھی حکومت کو پسند نہ فرماتے تھے۔ لوگوں کو نصیحت کرتے رہتے تھے کہ فتنہ کی جگہوں سے دور رہیں، ایک بار لوگوں نے پوچھا "حضرت فتنہ کی جگہوں سے کیا مراد ہے؟"

فرمایا: "حاکموں اور امیروں کے دروازے۔ لوگ امیروں کے پاس جاتے ہیں، ان کے جھوٹ کی تصدیق کرتے ہیں اور خواہ مخواہ ان کی تعریف کرتے ہیں"۔

دنیا سے سخت نفرت تھی۔ فرمایا کرتے تھے: "جی چاہتا ہے دروازہ بند کر کے بیٹھ جاؤں اور کسی سے نہ ملوں، یہاں تک کہ اپنے رب کے حضور پہونچ جاؤں"۔

نماز پڑھتے تو سخت رقت طاری ہوتی، ایک دن کسی نے دیکھ لیا تو اسے تاکید کی کہ "خبردار اس حال سے کسی کو مطلع نہ کرنا"۔

زندگی کے آخری دنوں میں خوفِ آخرت سے نہایت سراسیمہ تھے، اور اکثر اوقات روتے رہتے۔ لوگوں نے رونے کی وجہ دریافت کی تو جواب دیا: "مجھے دنیا سے جدائی کا غم نہیں ہے۔ مجھے موت عزیز ہے۔ لیکن نہیں معلوم وہاں کیا پیش آئے"۔

اللہ اللہ! کتنا زندہ ایمان تھا صحابۂ کرامؓ کا۔ آخرت اور برزخ کے احوال و معاملات پر۔ کاش ہماری چشمِ عبرت بینا ہوتی۔ اور ہم ان واقعات و حالات سے درس و موعظت حاصل کر سکتے۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے اور ان کی آغوشِ تربیت کے پروردہ تھے، بڑے فضائل و مراتب والے صحابی تھے، ان کی حق پرستی کا یہ حال تھا کہ امیر معاویہؓ کے رعب و داب کے باوجود انھوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرح یزید کو ان کا جانشین تسلیم نہیں کیا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد خود علمِ خلافت لے کر اٹھے اور عرب میں اپنی خلافت قائم کرلی، آخر اسی راہِ حق و عزیمت میں شہید ہوئے۔ اس اولوالعزمی اور شجاعت کے ساتھ آپ کی خداترسی اور رقتِ قلبی کا یہ حال تھا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی۔

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ — تو بھی مرنے والا ہے اور وہ بھی مرنے والے ہیں

ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ — پھر تم سب قیامت کے دن اپنے رب کے سامنے اپنے اپنے جھگڑے پیش کروگے۔

تو حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ یارسول اللہ! کیا قیامت کے دن ہمارے جھگڑے پھر دہرائے جائیں گے؟

ارشاد ہوا۔ ہاں! ایک ایک ذرے کا حساب ہوکر حق دار کو اس کا حق دلایا جائے گا"

یہ سن کر لرز اٹھے۔ بولے "اللہ اکبر! کیسا سخت موقع ہوگا۔؟"

حضرت مالک بن ثعلبہؓ

حضرت مالک بن ثعلبہؓ ایک دولتمند صحابی تھے، ایک روز آپ حضورِ رسالت میں حاضری دینے جارہے تھے حضورؐ یہ آیت کریمہ تلاوت کررہے تھے۔

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَ — جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اسے خدا

الفِضَّۃَ وَلَا یُنْفِقُوْنَھَا فِیْ سَبِیْلِ   کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انھیں عذابِ دردناک
اللّٰہِ فَبَشِّرْھُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ   کی خوشخبری دے دو۔

حضرت مالکؓ پر اس آیت کا یہ اثر ہوا کہ بے ہوش ہو گئے۔ ہوش آیا تو خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئے اور دریافت کیا۔ "یا رسول اللہ! کیا یہ آیت سونا اور چاندی جمع کرنے والوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے؟"

حضورؐ نے فرمایا۔ "ہاں!"

حضرت مالکؓ بولے۔ "تو اے رسولِ خدا! شام ہوتے ہوتے اس غلام مالک بن ثعلبہؓ کے پاس ایک درہم یا دینار بھی باقی نہ ہوگا۔"

چنانچہ شام تک آپؓ نے اپنی تمام دولت خیرات کردی۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما آخرت کے خوف سے اس قدر روتے تھے کہ روتے روتے آنکھیں بیکار ہوگئی تھیں، ایک بار کسی نے روتے ہوئے دیکھ لیا تو کہنے لگے۔ "میرے رونے پر تعجب کرتے ہو۔؟ اللہ کے خوف سے سورج بھی روتا ہے۔"

ایک مرتبہ پھر ایسا ہی اتفاق ہوا تو فرمایا۔ "خدا کے خوف سے چاند بھی روتا ہے۔"

آپ اس سوچ میں نہ پڑجائیے کہ سورج اور چاند تو سیارے ہیں۔ حضرت عبداللہؓ نے یہ کیا فرمایا کہ سورج اور چاند بھی خدا کے خوف سے روتے ہیں۔" خدا کی عظمت وجلال کے متعلق حضرت ابنِ عمرؓ کے تاثرات اور احساسات سے سبق لیجئے۔ ان کو ہر شے خدا سے خائف اور ترساں نظر آتی تھی۔ پھر کیا سورج اور چاند کے متعلق سائنس کو سب کچھ معلوم ہو چکا ہے، بلاشبہ خدا کی تمام مخلوق اپنی ساخت اور بناوٹ کے مطابق خدا کے اقتدار وجلال سے

ڈرتی اور روتی ہے، البتہ اس کے ڈرنے اور رونے کی کیفیت انسان کے ڈرنے اور رونے سے مختلف ہوتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ایک بار عبید بن عمر سے یہ آیت سنی۔

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ۝

اے پیغمبر! اس دن کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لا کھڑا کریں گے اور ان سب پر تمہیں گواہ لائیں گے۔

تو آپ اس قدر روئے کہ داڑھی اور گریبان دونوں تر ہوگئے۔ آپ جب کبھی یہ آیت پڑھتے۔

اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ ۝

کیا ان لوگوں کیلئے جو ایمان لا چکے ہیں وہ وقت نہیں آیا کہ خدا کی یاد کیلئے ان کے دلوں میں خشوع پیدا ہو جائے۔

تو بے اختیار رو پڑتے اور دیر تک روتے رہتے۔

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے دیکھا کہ ایک جگہ چرواہا اپنی بکریاں چرا رہا ہے ان کو اس جگہ سے دوسری جگہ بہتر نظر آئی تو چرواہے سے فرمایا "بکریوں کو اس جگہ لے جاؤ کیونکہ قیامت کے دن ہر راعی سے اس کی رعایا کے متعلق سوال کیا جائے گا"۔

حضرت ابن عمرؓ کا مقصد یہ تھا کہ بکریوں کا تم پر حق ہے کہ ان کو اچھی سے اچھی جگہ چراؤ، قیامت کے روز ان بکریوں کے بارے میں بھی تم سے پوچھا جائیگا، ایسے نیک اور خدا ترس انسانوں کو حکومت کرنے کا موقع ملے تو وہ کس خوبی سے انسانوں کا حق ادا کریں!

حضرت عبداللہ بن رواحہؓ

غزوہ موتہ کیلئے اسلامی فوج روانہ ہونے لگی تو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اسے رخصت کرنے کیلئے ثنیۃ الوداع تک تشریف لے گئے، اس فوج میں حضرت عبداللہ بن رواحہ رضؓ بھی تھے، صحابہ رضؓ نے فوج کو رخصت کرتے وقت دعا کی کہ خدا تم لوگوں کو سالم و غانم اور کامیاب واپس لائے۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضؓ یہ سن کر رو پڑے، اس موقع پر آپ کی اہلیہ محترمہ بھی موجود تھیں، آپ کو روتے دیکھ کر وہ بھی رونے لگیں، حضرت عبداللہ رضؓ نے پوچھا تم کیوں روتی ہو؟ اہلیہ نے کہا "جس وجہ سے تم روتے ہو"

حضرت عبداللہ رضؓ نے فرمایا- مجھے دنیا کی محبت نہیں ہے، لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے -

وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا

اور تم میں کوئی شخص ایسا نہیں ہے جسے دوزخ کے اوپر سے گذرنا نہ ہو، یہ تمہارے رب پر لازم اور مقرر ہے

اس بنا پر سوچتا ہوں کہ جہنم میں داخل ہو کر نکل بھی سکوں گا یا نہیں -"

یہ سن کر لوگوں نے آپ کو تسکین دی اور کہا "خدا آپ کو ہم سے پھر ملائے گا"

اس پر آپ نے کچھ اشعار پڑھے جن کا مفہوم یہ ہے -

"میں تو خدا سے مغفرت اور ایک ایسے زخم کا طالب ہوں جو کاری ہو - یا ایک نیزہ کا کا جو جگر تک چھد جائے یہاں تک کہ قبر پر گذرنے والے پکار اٹھیں کہ کیسا غازی تھا"

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضؓ نے کچھ ایسے سچے دل سے یہ دعا مانگی تھی کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ مجاہدین کی قیادت کرتے ہوئے بڑی جانبازی سے راہِ خدا میں مارے گئے۔

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضؓ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مومنینِ سابقین میں سے تھے، آپ نے مکہ میں

بڑی بڑی اذیتیں برداشت کیں، آپ کی فضیلت و بزرگی کا پایہ اتنا بلند تھا کہ آپ کی سفارش سے ہم گنہ گاروں کو بخشش کی امید ہوسکتی ہے لیکن آپ کے اندیشہ آخرت کا یہ حال تھا کہ آپ فرماتے ۔ "اگر مجھ کو جنت اور دوزخ کے متعلق اختیار دے دیا جائے کہ ان میں سے اپنے لئے جس کو چاہو پسند کرلو، یا راکھ ہو جاؤ۔ تو میں راکھ ہو جانا پسند کروں گا تاکہ مجھ سے میرے اعمال کے متعلق کچھ سوال وجواب نہ ہو۔"

آخرت کے خوف سے آپ اکثر کہا کرتے "کاش ہم گھاس ہوتے۔"

حضرت شداد بن اوس رض

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ پر خوفِ آخرت کا اس قدر غلبہ تھا کہ اکثر اوقات رات کو آرام فرمانے کیلئے لیٹتے تو یکایک اٹھ کر بیٹھ جاتے اور ساری رات نماز پڑھنے میں گذار دیتے، کبھی بے ساختہ زبان سے نکل جاتا "خدایا! آتشِ جہنم میرے سونے کے درمیان حائل ہوگئی ہے"۔ اسد بن وداعہ کا بیان ہے کہ شداد رض جب رات کو لیٹتے تو خوفِ خدا سے ان کی بے قراری اور اضطراب کا یہ عالم ہوتا جیسے بھاڑ میں چنا بھن رہا ہو۔

حضرت زرارہ بن اوفی رض

حضرت زرارہ بن اوفی رضی اللہ عنہ نے ایکبار امامتِ نماز کی حالت میں یہ آیت پڑھی ۔

فَإِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُورِ فَذَٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَوْمٌ عَسِيرٌ

جب صور پھونکا جائے گا تو یہ نہایت سخت دن ہوگا۔

تو زمین پر گر پڑے اور آپ کی روحِ مبارک پرواز کر گئی۔

حضرت تمیم داریؓ

حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ ایک شب نماز پڑھ رہے تھے، اثنائے نماز میں جب اس آیت پر پہنچے۔

اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ اجْتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَھُمْ کَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَوَآءً مَّحْیَاھُمْ وَمَمَاتُھُمْ سَآءَ مَا یَحْکُمُوْنَ

کیا جن لوگوں نے برائیوں کا ارتکاب کیا ہے انھوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم انھیں ان لوگوں کی طرح بنا دیں گے جو ایمان لائے اور بھلائی کے کام کئے ان کی زندگی اور موت برابر ہے؟ وہ کتنا برا فیصلہ کر رہے ہیں

تو زار و قطار رونے لگے اور صبح تک سَآءَ مَا یَحْکُمُوْنَ ۔ سَآءَ مَا یَحْکُمُوْنَ کا ورد جاری رہا۔

حضرت امیر معاویہؓ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بڑے مشہور صحابی ہیں آپ کی پوری زندگی مختلف قسم کے کارناموں سے بھری ہوئی ہے، انھوں نے اسلام کے غلبہ و اقتدار کیلئے بڑے بڑے جہادی کارنامے انجام دیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں صوبہ شام کے گورنر مقرر ہوئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت تک اسی منصب پر فائز رہے۔ حضرت علیؓ کے خلیفہ مقرر ہونے کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے انتقام کا علم بلند کیا۔ اور جو قوت دشمنانِ اسلام کے مقابلے میں صرف ہوتی تھی وہ جنگِ جمل اور جنگ صفین میں خود مسلمانوں کے خلاف صرف ہوئی، اسی کشمکش میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ حضرت علیؓ کے جانشین مقرر ہوئے۔ آپ کو یہ گوارا نہ ہوا کہ مسلمان

آپس میں ہی میں ٹکرا ٹکرا کر پاش پاش ہو جائیں اس لئے آپ حضرت امیر معاویہؓ کے حق میں خلافت سے دست بردار ہو گئے، اور پوری اسلامی سلطنت حضرت امیر معاویہؓ کے زیرِ اقتدار آگئی، آپ کی زندگی کا سب سے آخری عمل یزید کو اپنا جانشین مقرر کرنا تھا۔ جس نے اسلامی خلافت کو شخصی حکومت کی راہ پر ڈال دیا، اگر آپ یزید کو اپنا جانشین مقرر نہ کرتے تو اسلامی مملکت کا کیا حال ہوتا یہ تو پردۂ غیب میں مستور ہو کر رہ گیا، لیکن یزید کی جانشینی کے جو برے نتائج ظاہر ہوئے اس کا خمیازہ آج تک امتِ اسلامیہ بھگت رہی ہے۔

اگر دنیا کی کامیابی کو کامیابی کہا جا سکتا ہے تو حضرت امیر معاویہؓ کی زندگی پورے طور پر کامیاب تھی، وہ عظیم الشان اسلامی سلطنت کے ایسے مطلق العنان فرماں روا ہو گئے تھے کہ ان کے مقابلے میں کوئی چون و چرا کرنے والا نہ تھا، لیکن ایک وقت ایسا آیا کہ انھیں دنیا کو چھوڑنا اور آخرت کیلئے رختِ سفر باندھنا پڑا،

وہ مرض الموت میں مبتلا تھے قریش کی ایک جماعت ان کی عیادت کو آئی انھوں نے قریش کو مخاطب کر کے کہا۔" دنیا! آہ دنیا! اس کے سوا کچھ نہیں ہے جسے ہم اچھی طرح دیکھ چکے ہیں اور جس کا خوب اچھی طرح تجربہ کر چکے ہیں۔ خدا کی قسم! ہم اپنی جوانی کے عالم میں دنیا کی بہار کی طرف دوڑے اور اس کے سب مزے لوٹے مگر ہم نے دیکھ لیا کہ دنیا نے جلد پلٹا کھایا، بالکل کایا پلٹ کر دی، ایک ایک کر کے تمام گرہیں کھول دیں پھر کیا ہوا؟ دنیا نے ہم سے بے وفائی کی، ہماری جوانی چھین لی، ہمیں بوڑھا کر دیا۔ آہ! یہ دنیا کیسی بری جگہ اور کیسا برا مقام ہے!"

جب ان کا وقتِ آخر ہوا تو کہا۔" مجھے بٹھا دو۔"

لوگوں نے بٹھا دیا۔ دیر تک ذکرِ خدا میں مصروف رہے پھر رونے لگے، کہا معاویہ! اب اپنے رب کو یاد کرتا ہے جب بڑھاپے نے تجھے کسی کام کا نہیں رکھا، اور جسم کی چولیں ڈھیلی ہو گئیں، اس وقت کیوں خیال نہ آیا جب شباب کی ڈالی تر و تازہ

اور یہی بھری تھی " پھر چلا کر روئے اور یہ دعا کی — " اے رب! سخت دل گناہگار بوڑھے پر رحم کر۔ الٰہی اس کی لغزشیں معاف کردے۔ اس کے گناہ بخش دے، اپنے وسیع حلم کو اس شخص کے شاملِ حال کر جس نے تیرے سوا کسی سے امید نہیں کی نہ تیرے سوا کسی پر بھروسہ کیا۔"

ان کی دو بیٹیاں تیمارداری کے فرائض انجام دے رہی تھیں، ایک مرتبہ انھیں کروٹ بدلوانے لگیں تو انھیں غور سے دیکھ کر کہا۔ ایک ڈانواڈول وجود کو کروٹیں بدلوا رہی ہو، اس لئے دنیا بھر کے خزانے جمع کرلئے لیکن کاش وہ دوزخ میں نہ ڈالا جائے۔"

انتقال سے کچھ دن پہلے انھوں نے دو شعر پڑھے۔ جن کا مطلب یہ ہے۔

"تیری موت کے ساتھ سخاوت وفیاضی بھی مرجائیگی، سائلوں کے ہاتھ لوٹا دئے جائیں گے اور دین ودنیا کی محرومیاں ان کے انتظار میں ہوں گی۔"

یہ سن کر بیٹیاں چلا اٹھیں " امیر المومنین! ہرگز نہیں۔ خدا آپ کو سلامت رکھے" انھوں نے جواب میں پھر ایک شعر پڑھا جس کا مطلب یہ ہے۔

"جب موت اپنا ناخن گاڑ دیتی ہے تو کوئی تعویذ بھی نفع نہیں پہونچا سکتا۔"

یہ شعر پڑھ کر پھر بے ہوش ہوگئے تھوڑی دیر بعد ہوش میں آئے تو عزیزوں کو پاس دیکھ کر بولے "اللہ سے ڈرتے رہنا۔ کیونکہ جو اس سے ڈرتا ہے وہ اس کی حفاظت کرتا ہے، اس شخص کیلئے کوئی پناہ نہیں جو خدا سے بے خوف ہو جائے۔"

عین انتقال کے وقت دو شعر پڑھے۔ جن کا مطلب یہ ہے۔

"کاش! میں نے کبھی سلطنت نہ کی ہوتی، کاش لذتیں حاصل کرنے میں اندھا نہ ہوتا، کاش! اس فقیر کی طرح ہوتا جو تھوڑے پر زندہ رہتا ہے۔"

(انسانیت موت کے دروازے پر)

———— × ————

حضرت ابو حجیفہ رضؓ

حضرت ابو حجیفہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں ۔ ایک روز میں گوشت میں روٹی کے پکے ہوئے ٹکڑے کھا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا ، مجھے ڈکاریں آنے لگیں ۔ حضورؐ نے فرمایا ۔ اپنی ڈکاریں بند کرو ، کیونکہ دنیا میں سب سے زیادہ پیٹ بھرنے والے قیامت کے دن سب سے زیادہ بھوکے ہوں گے "

حضرت ابو حجیفہ رضی اللہ عنہ نے اس کے بعد تمام عمر پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا ، اور کم کھانے پر بھی یہ حال تھا کہ صرف ایک وقت کھاتے ۔ صبح کو کھا لیتے تو شام کو نہ کھاتے اور شام کو کھا لیتے تو صبح کو نہ کھاتے ۔

ایک بار آپ نے فرمایا " آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سن کر میں نے تیس برس سے پیٹ بھر کر نہیں کھایا "

یہ تھے ارشاد نبوی کے قدر شناس اور اس پر عمل کرنے والے ! یہی وہ حضرات ہیں جو اپنے عمل سے ہمیں سمجھا گئے کہ ایمان بالرسول اور ایمان بالآخرت کے کیا معنی ہیں ؟

حضرت عبد اللہ بن سلام رضؓ

حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ مدینہ کے ممتاز علمائے یہود میں تھے ۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ جاتے ہی حلقہ بگوش اسلام ہو گئے ، ایک مرتبہ اپنی کمر پر لکڑیوں کا گٹھا رکھے ہوئے بازار سے گذرے ۔ لوگوں نے کہا " آپ کو اللہ نے سب کچھ عطا فرمایا ہے ۔ آپ کو اتنی تکلیف اٹھانے کی کیا ضرورت تھی ؟ آپ تو مزدوری پر بھی اسے اٹھوا سکتے تھے "

فرمایا " میں اس طرح اپنے اندر سے تکبر کو توڑتا ہوں کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جس کے دل میں رائی کے دانہ برابر بھی تکبر ہوگا وہ شخص جنت میں داخل نہ ہوگا " (ترغیب و ترہیب)

حضرت ماعزبن مالکؓ

روایات میں ایسے واقعات بھی ملتے ہیں کہ بعض لوگوں سے پوشیدہ طور پر کوئی گناہ سرزد ہوگیا وہ چھپانا چاہتے تو کسی کو ان کا علم نہ ہوتا لیکن انھوں نے محض آخرت کی باز پرس کے خوف سے اپنے پوشیدہ گناہ کو بھی خود بارگاہِ رسالت میں سزا کیلئے پیش کردیا۔ تاکہ ان کا معاملہ دنیا ہی میں صاف ہو جائے۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ماعز بن مالک نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی "یا رسول اللہ! مجھے پاک کردیجئے"۔
حضورؐ نے فرمایا "تجھ پر افسوس ہے۔ واپس جاکر خدا سے توبہ و استغفار کر"۔
ماعز بن مالکؓ تھوڑی دور جاکر پھر واپس آئے۔ اور بولے "یا رسول اللہ! مجھ کو پاک کردیجئے"۔ حضورؐ نے پھر وہی ارشاد فرمایا جو پہلے ارشاد فرمایا تھا۔ اور ماعز بن مالکؓ نے بھی اپنی بات دہرائی جب انھوں نے چوتھی مرتبہ یہی بات کہی تو حضورؐ نے پوچھا "تجھ کو کس چیز سے پاک کردوں؟"
انھوں نے کہا "زنا سے"۔
حضورؐ نے لوگوں سے دریافت فرمایا "کیا اسے جنون ہے؟"
عرض کیا گیا "نہیں، یہ مجنون نہیں ہے"۔
حضورؐ نے پھر پوچھا "کیا اس نے شراب پی ہے؟"
ایک شخص نے ان کا منہ سونگھا تو شراب کی بو بھی محسوس نہیں ہوئی۔ حضورؐ نے ان سے واضح لفظوں میں دریافت فرمایا "کیا تو نے زنا کیا ہے؟"
انھوں نے کہا "ہاں"۔
اس کے بعد حضورؐ نے انھیں سنگسار کرنے کا حکم دے دیا۔
حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی اسی روایت میں ہے کہ حضرت ماعز بن مالکؓ کے واقعہ

کے بعد یمن کے قبیلۂ غامد کی ایک عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی اور بولی یا رسول اللہ! مجھے پاک کر دیجئے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ تجھ پر افسوس ہے تو واپس جا کر خدا سے توبہ و استغفار کر، اس نے عرض کی۔ آپ چاہتے ہیں کہ آپ نے جس طرح ماعز بن مالک کو پہلی بار لوٹا دیا تھا اسی طرح مجھے بھی لوٹا دیں؟ ۔۔ میں زنا سے حاملہ ہو چکی ہوں۔ حضور نے فرمایا۔ میں بچہ جننے تک تجھے مہلت دیتا ہوں، ایک انصاری نے عرض کی۔ کہ یا رسول اللہ! اس کے بچہ جننے تک میں اسکی کفالت کا ذمہ لیتا ہوں، چنانچہ جب وہ عورت بچہ جن چکی تو ان انصاری نے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر اطلاع دی کہ غامدیہ بچہ جن چکی حضورؐ نے فرمایا کہ میں ابھی اسے سنگسار نہ کروں گا۔ اور نہ اس کے بچے کو اس حالت میں چھوڑوں گا کہ اسے کوئی دودھ پلانے والا نہ ہو۔ ایک انصاری نے اٹھ کر کہا۔ یا رسول اللہ اس کے بچے کے دودھ پلانے کا میں ذمہ لیتا ہوں،"

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کے سنگسار کرنے کا حکم دے دیا۔

دوسری روایت میں ہے کہ اس عورت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے گناہ کی سزا دہی کی درخواست کی تو حضورؐ نے فرمایا۔ جا جب بچہ جن لینا تو آنا، جب بچہ پیدا ہو گیا تو عورت پھر حاضر ہوئی۔ حضورؐ نے پھر فرمایا۔ جا بچے کو دودھ پلا، جب اس کا دودھ چھڑا چکنا تو آنا، وہ عورت گئی اور بچے کا دودھ چھڑا چکی تو پھر آئی۔ اس وقت بچے کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا تھا، اس نے کہا۔ یا رسول اللہ! میں نے اس کا دودھ چھڑا دیا اور یہ کھانا کھانے لگا ہے۔ حضورؐ نے بچے کو ایک مسلمان کے حوالے کر دیا اور حکم دیا کہ عورت کو سنگسار کر دیا جائے۔ چنانچہ حضورؐ کے حکم سے اس کے سینہ کے برابر گڑھا کھودا گیا اور اس کو اس میں کھڑا کر کے سنگسار کر دیا گیا۔ (مشکوٰۃ۔ کتاب الحدود)

اللہ اکبر! آخرت کا یہ خوف! انسانی معاشرہ فرشتوں کا معاشرہ نہیں بن سکتا کہ اس کے کسی فرد سے کبھی خطا و لغزش کا وقوع ہی نہ ہو۔ ماعز بن مالک سے بھی لغزش ہوئی اور غامدیہ

خاتون بھی نفسِ امارہ کے حملے کی زد میں آگئی، لیکن اس کے گناہ کے ساتھ اسکی پاکبازی کا بھی اندازہ کیجئے جس کا اس خاتون نے اپنی سزا کے معاملے میں ثبوت دیا۔ کیا غیر اسلامی معاشرے کا کوئی پاکباز سے پاکباز فرد بھی اسلامی معاشرے کی اس گنہ گار خاتون کے کردار کا مقابلہ کر سکتا ہے؟ یہ عقیدۂ آخرت کا اخلاقی اعجاز ہے، حضورؐ نے ماعز بن مالک اور غامدیہ خاتون کے اس عمل کی اتنی قدردانی فرمائی کہ صحابہؓ سے فرمایا کہ ماعز بن مالک کیلئے خدا سے مغفرت طلب کرو۔ اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر وہ ایک گروہ پر تقسیم کردی جائے تو سب کیلئے کافی ہو جائے، اسی طرح حضورؐ نے غامدیہ خاتون کے بارے میں فرمایا کہ "اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اس عورت نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر صاحبِ مکس ایسی توبہ کرے تو وہ بھی بخش دیا جائے۔"

"مکس" ظلم کے ساتھ عشر اور مالگذاری وصول کرنے کو کہتے ہیں اور حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ (اشعۃ اللمعات کتاب الحدود)

اوپر جتنے واقعات بیان کئے گئے ہیں ان میں یہی بات نہ دیکھئے کہ صحابۂ کرامؓ کو قیامت اور آخرت کی جزا و سزا پر کتنا پختہ اور مستحکم یقین تھا اور وہ مواخذۂ آخرت سے کس قدر خائف اور ترساں رہتے تھے بلکہ یہ بھی دیکھئے کہ عقیدۂ آخرت نے ان کے اعمال واخلاق پر کتنا شدید اور گہرا اثر ڈالا تھا، ان کی زندگیوں کو کتنا پاکیزہ بنا دیا تھا، یہی وہ چیز ہے جو ان لوگوں کو میسر نہیں ہوتی جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، خوفِ آخرت نے صحابۂ کرامؓ کی زندگی کے پبلک اور پرائیوٹ دونوں پہلوؤں کو اتنا روشن اور درخشاں بنا دیا تھا جیسے صاف و شفاف شیشہ!

حضرت سلمہ بن صخرؓ

حضرت سلمہ بن صخر ایک انصاری صحابی تھے۔ وہ خود اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ

میں حد سے زیادہ صنفی قوت تھی اس لئے رمضان کا مہینہ آیا تو میں نے اپنی بیوی سے ظہار کر دیا تاکہ ایسا نہ ہو کہ میں کسی رات اپنی بیوی سے ہمبستر ہو جاؤں اور اسی حالت میں صبح ہو جائے، ایک رات ایسا اتفاق ہوا کہ میری بیوی میری خدمت کر رہی تھی کہ اس کا بعض حصہ جسم کھل گیا اور میں اسے دیکھ کر ضبط نہ کر سکا۔ صبح ہوئی تو اپنے ساتھیوں سے ملا، اور ان سے واقعہ ذکر کرکے کہا کہ میرے ساتھ حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس چلو، میں حضورؐ سے اپنا واقعہ عرض کر دوں۔ انھوں نے کہا۔ ہم تمہارے ساتھ نہیں جا سکتے، ہمیں خوف ہے کہ ہمارے متعلق قرآن کی کوئی آیت نازل ہو جائے یا حضورؐ ہی کوئی ایسی بات فرما دیں جو ہمارے لئے ایک مستقل عار کا سبب بن جائے، تم خود جاکر حضورؐ سے اپنا واقعہ عرض کرو۔ چنانچہ میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضورؐ سے واقعہ عرض کیا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ تو اسی لائق تھا، میں نے عرض کیا بے شک میں اسی لائق تھا، حضورؐ نے تین مرتبہ یہی فرمایا۔ اور میں نے ہر بار یہی جواب دیا، اور عرض کی۔ میں اسی جگہ بیٹھا ہوں، میرے متعلق خدا کا جو حکم ہو اسے جاری کیجئے، میں اس پر صبر کروں گا حضورؐ نے فرمایا تم کو ایک غلام آزاد کرنا چاہیئے۔ میں نے اپنی گردن پر ہاتھ مار کر کہا۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں اپنی ذات کے سوا کسی چیز کا مالک نہیں ہوں، حضورؐ نے فرمایا۔ تو (متواتر) دو مہینے کے روزے رکھو۔ میں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! مجھ پر جو مصیبت پڑی ہے وہ روزے ہی کی وجہ سے تو پڑی ہے۔ (میں دو مہینے کے روزے کیسے نبھا سکتا ہوں)۔ فرمایا۔ تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ۔ میں نے عرض کی۔ اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، میری رات فاقے سے گذری ہے، میرے پاس کچھ کھانے کو نہ تھا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ بنی زریق کے صاحبِ زکوٰۃ کے پاس جاؤ اور ان سے کہو وہ اپنی زکوٰۃ تمہیں دے دیں، اسی سے ساٹھ مسکینوں کو کھلا پلا دو۔ اور جو بچ رہے اسے اپنے اور اپنے اہل و عیال کے کام میں لاؤ۔

میں حضورؐ کے پاس سے اپنی قوم میں واپس گیا، اور کہا۔ تم نے مجھے بڑے ضیق میں
میں ڈال دیا تھا، اور میرے معاملے کے متعلق بڑی بری رائے ظاہر کی تھی۔ لیکن حضرت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تو میں نے اپنے لئے بڑی کشادگی اور برکت پائی
حضورؐ نے مجھ سے فرمایا ہے کہ میں تم سے تمہاری زکواۃ مانگ لوں اس لئے تم مجھے اپنی زکوٰۃ
دے دو۔ انھوں نے مجھے اپنی زکوٰۃ دے دی۔ (ترمذی الواب التفسیر)
جس معاشرے کا یہ حال ہو کہ اس کے ایک فرد سے اپنی بیوی کے متعلق بھی کوئی خلافِ
قانون فعل سرزد ہو جائے تو وہ خود اس کی سزا کیلئے اپنے کو اس طرح پیش کر دے اس
معاشرے میں کوئی بداخلاقی کیوں کر پھیل سکتی ہے؟

عام صحابہؓ کا خوفِ آخرت

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایکبار ایک شخص آ
کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ گیا اور کہا "یا رسول اللہ! میرے پاس دو غلام
ہیں، دونوں مجھ سے جھوٹ بولتے ہیں۔ میرے ساتھ خیانت کرتے ہیں اور نافرمانی سے پیش
آتے ہیں اس لئے میں بھی انھیں گالیاں دیتا ہوں اور مارتا پیٹتا ہوں، میرے اس برتاؤ کی
وجہ سے قیامت کے روز میرے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا۔؟"
حضورؐ نے جواب دیا۔ تیرے غلام جو تیری خیانت و نافرمانی کرتے ہیں اور تجھ سے
جھوٹ بولتے ہیں ان کا اور اس سزا کا حساب کیا جائے گا۔ جو تو ان کو دیتا ہے، اگر تیری
سزا بھی ان کی خطاؤں کے برابر ٹھہری تو معاملہ برابر سرابر ہو جائے گا۔ نہ تجھے کچھ فائدہ ہو پہنچے
گا اور نہ نقصان۔ اور اگر تیری سزا ان کی خطاؤں سے کم ہوئی تو تجھ کو اس کا فائدہ ملے گا۔
اور اگر تیری سزا ان کی خطاؤں سے زیادہ ہوئی تو ان کے حق میں تجھ سے اس زیادتی کا بدلہ لیا جائیگا
حضورؐ کا یہ ارشاد سن کر وہ شخص ایک طرف ہو گیا اور رونے چلانے لگا۔ حضورؐ نے

فرمایا۔ کیا تو نے اللہ تعالےٰ کا یہ ارشاد نہیں پڑھا ہے ؟

وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَإِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا وَكَفَىٰ بِنَا حَاسِبِيْنَ ۝

اور ہم قیامت کے روز انصاف کی ترازو کھڑی کریں گے پھر کسی نفس کے ساتھ ذرا بھی ظلم نہ ہوگا اور اگر رائی کے دانے کے برابر بھی (کسی کا اچھا یا برا عمل) ہوگا تو ہم اس کو لا موجود کریں گے اور ہم حساب لینے کو کافی ہیں

یہ سن کر اس شخص نے کہا "اے خدا کے رسول! میں اپنے اور ان غلاموں کے حق میں اس سے بہتر کوئی صورت نہیں پاتا کہ ان سے علیحدگی اختیار کرلوں، اس لئے آپ گواہ رہیں کہ آج سے میرے غلام آزاد ہیں" (مشکوٰۃ)

غور کیجئے۔ صحابۂ کرامؓ کو اللہ و رسول کے ارشادات پر کتنا پختہ یقین تھا، اور عقیدہ آخرت نے ان کے دلوں میں کیسا استحکام حاصل کرلیا تھا؟ آخرت کے معاملے میں ان کے نزدیک بڑے سے بڑے مفاد کی بھی کوئی حقیقت نہ تھی، وہ اپنا ہر نقصان گوارا کر لیتے تھے، مگر آخرت کا نقصان ان کو گوارا نہ تھا۔ پھر یہ بات بھی قابلِ لحاظ ہے کہ جن صحابی کا یہ واقعہ ہے وہ کوئی نامور اور ممتاز شخص نہ تھے، ورنہ حضرت عائشہؓ ان کا نام لے کر واقعہ بیان فرماتیں

حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایکبار دو شخص حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان دونوں کے درمیان کسی جائداد کا جھگڑا تھا، لیکن ان میں سے کسی کے پاس اپنے دعوی کا کوئی ثبوت نہ تھا، دعوی ہی دعوی تھا۔ حضورؐ نے ان سے فرمایا۔

"تم میرے پاس اپنا جھگڑا لے کر آئے ہو۔ اور میں ایک انسان ہوں، ہو سکتا ہے کہ تم میں ایک شخص اپنی دلیل پیش کرنے میں دوسرے کی نسبت زیادہ تیز زبان ہو، اور میں اسی کے مطابق تمہارا فیصلہ کروں گا جو سنوں گا۔ اس لئے اگر میں نے (کسی کے حق میں) ایسا فیصلہ کر دیا جس میں اس کے بھائی کا کچھ حق چلا گیا تو (گویا) میں نے اسے آگ کا ٹکڑا کاٹ

کاٹ کر دے دیا، اور وہ قیامت کے روز اپنی گردن میں اسی آگ کے ٹکڑے کا طوق ڈالے ہوئے آئے گا۔"

حضورؐ کا یہ ارشاد سن کر دونوں آدمی رونے لگے، اور دونوں کہنے لگے۔ میرا حق میرے بھائی کو دیدیجئے، حضورؐ نے فرمایا۔ جب تم یہ کہتے ہو تو جاؤ دو حصے میں برابر بانٹو اور قرعہ کے ذریعہ تقسیم کرلو۔ اور تم یہ بھی کرنا کہ جو ٹکڑا جس کے حصے میں آئے وہ اسے اپنے ساتھی کیلئے جائز قرار دے دے (یعنی ہو سکتا ہے کہ احتیاط کے باوجود تقسیم میں کچھ کمی زیادتی ہو جائے)

یہ دونوں شخص بھی خواص صحابہؓ میں نہ تھے، ورنہ حضرت ام سلمہؓ ان کے نام کے ساتھ واقعہ بیان کرتیں، اس سے معلوم ہوا کہ پورے معاشرے میں ایمان بالآخرت کی روح کام کر رہی تھی، اور خواص صحابہ کرام کی حالت تو اس سے بھی کہیں بلند تھی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ جب آیت۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا ؕ — مسلمانو! اپنے کو اور اپنے اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔

اتری تو ایک نوجوان پر اتنا اثر ہوا کہ وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قلب پر ہاتھ رکھ کر دیکھا تو قلب متحرک تھا، آپ نے فرمایا: اے نوجوان! لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کہہ!"

اس نے کلمہ پڑھا، تو حضورؐ نے اسے جنت کی بشارت دی صحابہؓ نے عرض کیا۔" یا رسول اللہ! کیا اس بشارت میں ہم بھی شریک ہیں؟"

حضورؐ نے فرمایا۔" کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نہیں سنا۔؟

ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِي وَخَافَ وَعِيدِ — یہ صلہ ہر اس شخص کیلئے ہے جو میرے سامنے کھڑا ہونے سے اور میرے سامنے جواب دینے سے ڈرے،

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں ایک نوجوان ایک نامحرم عورت کے مکان پر بری نیت سے گیا جب وہ دروازے پر پہونچا تو کسی کی تلاوت کی یہ آواز اس کے کانوں میں آئی

اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّھُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَکَّرُوْا فَاِذَا ھُمْ مُّبْصِرُوْنَ ۝

جو لوگ متقی ہیں، ان پر جب شیطان کی جانب سے کوئی حملہ ہوتا ہے تو وہ متنبہ ہو جاتے ہیں اور یکایک ان کی آنکھوں سے غفلت کا پردہ اٹھ جاتا ہے

نوجوان یہ سنتے ہی بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ عورت نوجوان کو اسی حالت میں دروازے پر چھوڑ کر اندر چلی گئی، اتفاقاً نوجوان کا باپ ادھر آنکلا۔ اور نوجوان کو اٹھا کر گھر لے گیا، جب اسے ہوش آیا تو اس کی زبان پر یہ آیت جاری ہوئی اور اس کی جان نکل گئی، لوگوں نے اسے دفن کر دیا۔ حضرت عمر کو خبر ہوئی تو آپ اس کی قبر پر گئے اور کھڑے ہو کر یہ آیت پڑھی،

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ جَنَّتٰنِ

اور اس کیلئے جو اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرا دو جنتیں ہیں۔

ایک نوجوان صحابی قرآن پڑھ رہے تھے، اسی دوران میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہاں پہونچ گئے، جب وہ صحابی آیت فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَکَانَتْ وَرْدَۃً کَالدِّھَانِ (اس دن کو یاد کرو جب آسمان پھٹ جائیگا اور گلابی چمڑے کی طرح ہو جائیگا) پر پہونچے تو ان کے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور روتے روتے ان کا دم گھٹنے لگا، بار بار کہہ رہے تھے "ہاں! جس دن آسمان پھٹ جائے گا میرا کیا حال ہو گا!

ہائے! میری بربادی! ہائے میری بربادی!"

حضورؐ نے ارشاد فرمایا "تمہارے رونے سے فرشتے بھی رونے لگے"

حضرت اسماء بنت یزیدؓ بیان کرتی ہیں کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایکدن میرے

مکان پر تشریف رکھتے تھے۔ آپ نے دجال کا تذکرہ فرمایا جس کی تفصیل روایت میں موجود ہے پھر آپ کسی ضرورت سے باہر تشریف لے گئے، اور کچھ دیر میں واپس لوٹے، اس وقت لوگوں کا یہ حال تھا حضورؐ نے (دجال کے متعلق) جو کچھ بیان فرمایا تھا اسے سن کر اندوہ وغم میں پڑے ہوئے تھے حضورؐ نے یہ حال دیکھا تو دروازے کے دونوں کناروں کو تھام کر مجھ سے فرمایا۔ اسماء! یہ کیا حال ہے؟ ہم نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! آپ نے دجال کا ایسا ذکر کیا کہ ہمارے کلیجے منہ کو آگئے، حضورؐ نے فرمایا۔ اگر دجال کا ظہور میری زندگی میں ہوا تو میں خود اس کا مقابلہ کروں گا اور اگر میں نہ رہا تو اللہ تعالیٰ میرے پیچھے ہر مومن کا نگران حال ہے، میں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! خدا کی قسم! ہمارا حال یہ ہو گیا ہے کہ ہم اپنے آٹے گوندھ کر رکھتے ہیں کہ روٹی پکائیں گے لیکن (دجال کے خوف سے) جب تک کہ (بہت) بھوک نہیں لگ جاتی ہم روٹی تک نہیں پکاتے تو آخر دجال کے ظہور کے وقت) مسلمانوں (کے غم واندوہ) کا کیا حال ہوگا؟ حضورؐ نے فرمایا۔ اس وقت وہ چیز مسلمانوں کو کھانے پینے سے بے نیاز کردے گی جو آسمان کے فرشتوں کو کھانے پینے سے بے نیاز رکھتی ہے۔ یعنی تقدیس وتحمید ۔۔۔ " (مشکوٰۃ بحوالہ مسند احمد)

غور کیجئے۔ صحابہ کرامؓ تقویٰ، خشیت، خوف خدا اور فکر آخرت کے کس مقام پر فائز تھے اور ہماری غفلت وکوتاہی اور آخرت فراموشی کا کیا حال ہے!

مولانا ابو محمد امام الدین رام نگری کی

بلند پایہ اِسلامی تصانیف

اُردو کتابیں

سچے رسولؐ کی سچی تعلیم اگر آپ اپنی گھریلو زندگی راحت و خوشی کی، سماجی زندگی عزت و توقیر کی اور اخروی زندگی نجات و سعادت کی بنانا چاہتے ہیں تو سچے رسولؐ کی سچی تعلیم کو مطالعہ میں رکھئے اور اس پر عمل کیجئے۔ مجلد ۱۲ر

حضرت ابو بکر صدیقؓ افضل الامت خلیفۂ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے موثر دلگداز اور روح پرور حالات۔ قیمت ۱۲ر

حضرت فاطمہ زہراؓ پیارے رسول کی پیاری بیٹی حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے رقت و گداز اور درد و اثر میں ڈوبے ہوئے حالات (دوسرا ایڈیشن مع اضافہ) قیمت ۱۰ر

حضرت بلالؓ اسلام کے شیدائی و جاں نثار اور پیارے رسول کے عاشقِ صادق اور موذنِ خاص حضرت بلال کے انتہائی رقت انگیز، دلگداز اور ایمان افروز حالات۔ قیمت ۹ر

خوفِ آخرت ہر مسلمان آخرت پر ایمان رکھتا ہے لیکن ہمارا ایمانِ آخرت کس درجے کا ہے؟ یہ معلوم کرنے کے لئے کتاب "خوفِ آخرت" پڑھئے اور دیکھئے کہ صحابۂ کرام اور خاصانِ خدا آخرت کے حساب و کتاب اور مواخذہ و سزا کا کتنا خوف رکھتے تھے قیمت ۱۲ر

نماز کے فضائل ذوق و شوق سے نماز پڑھنے کیلئے اس کتاب کا مطالعہ نہایت ضروری ہے اسمیں وضو۔ اذان۔ جماعت اور ہر قسم کی نمازوں کے فضائل لکھے گئے ہیں۔ قیمت ۸ر

خاصانِ خدا کی نماز اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کو نماز میں خشوع و خضوع رقت و گداز اور روحانی کیف و لذت حاصل ہو تو آپ اس کتاب کو مستقل طور پر مطالعہ میں رکھیں اس سے آپ کو معلوم ہوگا کہ حضور اکرمؐ، صحابۂ کرامؓ اور ائمہ و مشائخ کس حضورِ قلب، خشوع و خضوع اور رقت و گداز کیسا نمازیں پڑھتے تھے قیمت ۱۲ر

بزمِ پیغمبر (از مولانا مقبول احمد سیوہاروی) اس مبارک کتاب میں تعلیماتِ رسالت کو دلکش انداز میں پیش کیا گیا ہے قیمت ۱۲ر

مولوی محمد حفیظ اللہ پھلواری شریف کی تصانیف

اِسلامی روایات اسلامی تاریخ کے سبق آموز واقعات اور نتیجہ خیز شاندار روایات کا مجموعہ قیمت ۲ر

اِسلام اور غیر مسلم اسلام اور مسلمانوں پر غیر مسلم دنیا کی طرف سے جتنے جھوٹے الزامات لگائے گئے ہیں ان سب کی مکمل تردید مستند اور ممتاز غیر مسلموں کی تصانیف سے۔ قیمت ۱۲ر

سلاطینِ ہند کی علم پروری اس کتاب میں دکھایا گیا ہے کہ مسلم سلاطین نے ہندوستان میں کس طرح علم کی شمع روشن کی اور بلا امتیاز مسلم اور غیر مسلم علم نوازی فرمائی۔ قیمت ۸ر

ہندی کتابیں

پارۂ الم مع ترجمہ و تشریح ۸ر

پارۂ عم مع ترجمہ و تشریح ۸ر

یہ دونوں کتابیں ہر ہندی جاننے والے کے لئے دو نعمتیں ہیں۔

اِسلام کا پریچیہ اس کتاب سے پہلے ہندی میں اسلام کا اس خوبی کے ساتھ تعارف نہیں کرایا گیا تھا غیر مسلم بھی اسے دیکھ کر اسلام کے محاسن و برکات کے معترف ہوجاتے ہیں قیمت [illegible]

اِسلام اور غیر مسلم ودوان یہ بڑی بیش قیمت کتاب ہے دنیا کے بڑے بڑے پچاس کے قریب علماء و اکابرین نے اسلام، پیغمبرِ اسلام اور قرآن کی صداقت و حقانیت کے اعتراف میں جو خیالات پیش کئے ہیں وہ اس کتاب میں جمع ہیں۔ قیمت [illegible]

معلم نماز اس کتاب میں نماز کے متعلق [illegible] کی ضروری معلومات و مسائل درج ہیں قیمت [illegible]

اِسلامی پستک اسلامی مدارس کے مسلمان بچوں کے لئے ہندی میں بہترین اسلامی نصاب [illegible] قاعدہ ۴ر، حصہ اول ۶ر، حصہ دوم ۱۰ر

اِسلام کی بنیادی تعلیم قیمت ۶ر

سیدہ فاطمہ زہراءؓ قیمت ۵ر

دوسرے مصنفین کی تصانیف

حضرت رسول اللہ کا جیون چرتر ۸ر رسول کا [illegible] ۲ر۔ رسول کے خلیفہ ۸ر اسلام کی شکچھا [illegible] کیلئے ۸ر نماز ۸ر، اسلام پر ودھنی ۲ر۔ [illegible] پردشنک ۵ر شانتی مارگ ۵ر اسلام کی جیون [illegible] اسلام اور راگیان ۶ر، ستیہ دھرم ۹ر، قرآن اور [illegible]

ہندی اُردو لغت مجلد قیمت ۳ روپے

اُردو ہندی لغت مجلد قیمت ۳ روپے

ہر علم و فن کے ہزاروں ہندی اُردو مترادفات کا زبردست ذخیرہ۔ ہندی سیکھنے والوں اور ہندی علم و ادب سے دلچسپی رکھنے والوں کیلئے یہ دونوں کتابیں مفید ہیں

ہندی دفتری مراسلات اس کتاب میں اُردو کے ذریعہ ہندی میں ہر قسم کی دفتری مراسلات و کاغذات لکھنے کے قاعدے بتلائے گئے ہیں۔ قیمت ۱۲ر

ہندی ماسٹر اس کتاب کے ذریعہ ایک اُردو داں بغیر استاد دو تین ہفتوں میں خود ہندی سیکھ لیتا ہے۔ اس کتاب سے ملک بھر میں کئی [illegible] آدمی فائدہ اٹھا چکے ہیں۔ مسلمان بچوں کے نصاب میں بھی داخل ہے۔ چار حصوں قیمت ۲ر

مکتبہ تحفظِ ملّت، رام نگر بنارس